U54935 27.11.07

Title - Gulzar fiza
Creator - Gawaband Parshad Fiza.
Publisher - Munshi Nawal Kishore (Lucknow).
Date - 1859
Pages - 55
Subjects - Urdu shayari - Masnaviyaat.

اردو داستان رنگین سخن نمکین و شیرین
منظومۂ سراپا جادو مثنوی شیرین خسرو اردو کلام جانفزا النسخہ دلکشا مسمّی بہ
گلزار فضا
تصنیف نکتہ شناس معنی اساس صاحب طبع رسا منشی گوبند پرشاد متخلص بہ فضا
مطبع منشی میں نقش طبع سے مزین ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ کاسہ ری قلم لکھ حمد باری | کہ حاصل ہو سخن کو پایداری
وہی شاہنشہ کون و مکان ہی | وہی سلطان ملک جسم و جان ہی
وہی ہی عالم پیدا و پنہان | وہی ہی ناسخ طومار عصیان
اوسی جلوہ کا اک عالم ہی سایا | کہیں عاشق کہیں معشوق پایا
وہی عاشق ہی جانانہ وہی ہی | وہی ہی شمع پروانہ وہی ہی
نہیں ہی گر اثر اوسکا ہویدا | تو کیونکر ہی زبان انسان کی گویا
توانا اک وہی نام خدا ہی | وہی ہر تن بیدست و پا ہی
جو نیسان کرم اوسکا نہ برسے | سمندر میں صدف موتی کو ترسے
بنا کر اک کتاب آفرینش | محشی کی بعلم و عقل و بینش
یہ ادنی اوسکی قدرت ہی نشان | کیا پیدا بشر خوبی کا دیوان
کیا ترکیب بند چار پیوند | کیا ابیات تن کو قافیہ بند
رگوں سی کی ہی کیا شیرازہ بندی | عطا کی جلد تن کو ارجمندی
محبت کا ہی مضمون عاشقانہ | ہوا ہی بند جسکا اک زمانہ
غرض ہمشکل اوس خالق کی ہی آفت

وہ ایسی بارگاہ کبریا ہی | گدا جس آستان کا بادشاہی
وہی موجود ہی معبود و مسجود | کرے نابود بود اور بود نابود
بظاہر گرچہ وہ سب سی نہان ہی | ولیکن ہمین باطن سی عیان ہی
اوسی کی نور سی ہی چشم بینا | اوسی سی طور سینا ہی یہ سینا
وہی ہی فاختہ بلبل وہی ہی | وہی ہی سرو گلشن گل وہی ہی
زبان نو پیر سخن بنکر عیان ہی | سخن میں صورت معنی نہان ہی
وہی ہی وارثی درد غریبان | وہی عشرت دہ عشرت نصیبان
یہ اوسکا ابر رحمت درفشان ہی | کہ دریای سخن لب پر روان ہی
لکھا دیباچہ لوح جبین کو | نہیں ہی فہم جسکا نکتہ بین کو
کیا ہی منتظم اعضا سی اعضا | کیا اشعار مومین حسن پیدا
ہر اک انگشت ہی مصرع غزل کا | ولادت مطلع اور مقطع اجل کا
کیا ہی نور سی اپنی مجلا | بنائی لوح پیشانی مطلا
عیان قوت سخن مضمون جان ہی | وہ جان ہی یا کہ نور حق نہان ہی
فضیلت صدق و لیسوہ

اوسکی مناجات ہی جو … اجات ہی

خداوندا امری امید بر لا | کرم سی مجھکو راہ راست پر لا
ہوا ہوں خاک راہ مستمندی | ہوای لطف سی دی سربلندی
نہ مجھسی راست کوئی کام آیا | زبان پر بھی نہ تیرا نام آیا

[illegible] ربت میں ہتو بتلا ہوں | گنہ آلودہ میں سہ تبا ہوں
ہوا ہوں بادۂ غفلت سی بیہوش | برنگ جام ہوں اک شک خاموش
سہی ہی ذکر صبح و شام لب پہ | کہ ہو یارب مرا انجام کیونکر

مرا آئینہ دل ہی سراسر
وہ فوز زنگ عصیان سی مکدر
مجلا صیقل رحمت سی کر اب
کہ ہو شکل حقیقت جلوہ گر اب

نہین ہون نہین اگر بخشش کی لائق
ترا لطف و کرم ہی سب پہ فائق
اگرچہ ہین گنہ میری شب تار
کرم تیرا ہی خورشید پر انوار

جہانمین ہی نہین مجھسا گنہگار
نہین مجھسا کوئی ستار غفار
بہت کچھ نعمت دنیا مجھی دی
گناہون پر نہین میری نظر کی

بجا لاؤن کہانتک شکر تیرا
نہین ہرگز رسا کچھ ذہن میرا
پر اب مین چاہتا ہون ایسی نیت
رہی قائم جو تا روز قیامت

نہین تیری سوا ایسا کوئی اور
کرے حاجت روا میری جو فی الفور
کرم سی تیری ہی امیدواری
یہی ہی مجھکو ہر دم خواستگاری

کہ نیکی سی ہو مقصد کا سرانجام
جہانمین تا کہ میرا نیک ہو نام
نہ کچھ رحمت سی اپنی دور مجھکو
سمجھ بیچارہ و مجبور مجھکو

عطا کر ایسی کچھ طاقت زبانکو
کرون خوبی سی نظم اس داستانکو
دعا مقبول ہو امی رب غفار
بحق مصطفی و آل اطہار

نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی جسنی ہدایت اور شفاعت بنی آدم کی

محمد رہنمای انس و جان ہی
رسول کبریا ہی دو جہان ہی
وہ ہی مہر سپہر رہنمائی
مصاحب بارگاہ کبریائی

وہ مقبول جناب کبریا ہی
شفیع مجرمان روز جزا ہی
زہی رکن رکین دین پناہی
کلید مخزن سر الہی

لقب ہی سید کونین ذیشان
خدا قرآن مین ہی اسکا ثناخوان
ہوا دنیا مین یہہ رتبہ ہی کسکا
سر عرش برین پایہ ہو جسکا

کئی پیدا قوانین شریعت
عیان جس سی ہوا راز حقیقت
ہوئی کیا زینت آدم ہی اوسسی
بنای دین ہوئی محکم ہی اوسسی

اوسیکا پاس خاطر تھا خدا کو
کیا پیدا جو اس ارض و سما کو
جہانمین جو کہ ہین ارباب ایمان
کتاب دین ہی اوسکی ہین سبق خوان

بیک انگشت اوسنی کر اشارہ
کیا اعجاز سی مہ کو دو پارہ
شب معراج وہ حکم خدا سی
ہوا عازم تو پھر گذرا سما سی

سواری مین براق برق کردار
فرشتون نی بنائی جسکی رفتار
ہوا قربان اوسپر چرخ ہفتم
کیا اوسپر نثار نقد انجم

ہوئی قربت جناب کبریا سی
ہوا فائق تمامی انبیا سی
ہوئی عقدی جہانمین جو کہ لاحل
کئی اعجاز سی سب تا بیا حل

نبی ایسا کوئی دنیا مین پیدا
نہ آگی نہ اب ہی اور نہوگا
نہین ہرگز یہ طاقت ہی زبانکو
جو نعت مصطفی کچھ بھی بیان ہو

نہین تھی صیفت کا مجھکو ہی یارا
کرون اب عرض مطلب آشکارا
دعا میری یہی ای شاہ اعظم ہی
مجھی بھی تجھسی امید کرم ہی

مجھی در کار ہی اب رہنمائی
کر اب میری بھی کچھ عقدہ کشائی
کہ لطف عام تیرا مجھپہ اب ہو
جو ہی مقصد مرا حاصل وہ سب ہو

مدح بادشاہ جمجاہ سلطان عالم ہی جو باعث آسایش جان عالم ہی

زمانی پر ہوا جب فضل باری
چلی ہر سمت باد نوبہاری
ہوا شاہ اودہ وہ شاہ عادل
نہین جمشید بھی جسکی مقابل

شہ والاتبار و نیک اختر
سزاوار نگین و تخت و افسر
زہی واجد علی سلطان عالم
تن جود و سخاوت جان عالم

وہ ہی خورشید اوج بادشاہی
مجسم پایہ ہوا ظل الٰہی
خدا نی یہہ یاوری کی دل افروز
خجل ہین ماہ و خور جس سی شب و روز

شرف اوسشہ سی پایا تخت نی جب
دعا گویان ہوئی اہل جہان سب
زمرد یاقوت سی ہی تخت پر نور
ہر اک پایہ چمک مین شعلہ طور

جو پہونچا تا فلک فرمان شاہی
تہ فرمان ہوا مہ تا بماہی
ہوئی دربان در فغفور و قیصر
بنا آئینہ دارا اوسکا سکندر

سران شہر پایہ ہفت کشور
جھکاتی ہین سر اوسکی آستان پر
کیا آراستہ اوسنی جہان کو
زمین ہی رشک آیا آسمان کو

نسیم فیض شہ سی تنگ بو ہی
کہ رشک خلد شہر لکھنو ہی
گہر ریزی جو کی دست کرم سی
کیا آزاد محتاجون کو غم سے

یہ دست فیض ہی اوسکا گہربار / کہ حاتم اوسکا ہی اک کیسہ بردار

عدالت کا یہہ اوس کی نشان ہی / کہ گرگ و رمہ اسباب کا خود پاسبان ہی

زبس کہتا ہی وہ طبع سخندان / کہی ہی مثنوی بہی اور دیوان

ہر اک علم و ہنر کا قدردان ہی / کوئی جوہر نہین اوس سے نہان ہی

اوسی منظور ہی آرائش خلق / کہ ہی مد نظر آسایش خلق

پہ جمعیت ہوئی ہر اک کو حاصل / ہوا ہر شخص اپنی فن مین کامل

دعا میری یہی شام و سحر ہی / خدا سی مجہکو امید اثر ہی

رعیت کی یہ سلطان سے بہ جان ہی / جہان مین وہ رہی جبتک جہان ہی

بیان سبب تالیف کتاب مین از عجز خدمت احباب مین

اوسی سلطان کا تہا مین بہی نوکر / شباب عمر تہا اور ذوق اشعار

طبیعت تہی غزل گوئی پہ مائل / کہ تا ہو کچھہ مذاق شعر حاصل

بہت شعر و سخن سی حظ اوٹہایا / جو میدہ و لال زار استاد پایا

وہ منشی ہی بہل ہین جہان تحسین / مضمون ہی اونکی بس کہ رنگین

زبس فرات اونکی عمان سخن ہی / جہان مین اونکا فیضان سخن ہی

زبان کو اونکی ہی کان فصاحت / کلام اونکا ہی گلزار فصاحت

بلاغت مین جو اک شاگرد اونکا / اونہین کی فیض سی سحبان ہی گویا

مین سب مین کمتر اونکی خاک پا ہون / تخلص اپنا مین کرتا فضا ہون

بہت کی صرف اسمین اپنی اوقات / پہر آخر دلمین ٹہیرائی یہی بات

کہ کر دیجیے کوئی قصہ منظوم / بیان واقعی ہو جس سے معلوم

رہی کچھہ یادگار دوستان ہی / نہو جسوقت میرا کچھہ نشان ہی

اسی تجویز مین ہوتا تہا دلسوز / طبیعت پر خیال آیا یہ اک روز

کہ گذرا شاہ ملک خوش کلامی / سخندان سخن پرور نظامی

وہ تہا اک بحر مواج بلاغت / سوار عرصہ حسن فصاحت

لکہی اک مثنوی دلچسپ و نیکو / بیان ہی قصہ شیرین و خسرو

زبان فارسی مین وہ بیان ہی / زمین شعر مین دریا روان ہی

ہر مضمون کی قیمت کا یہ ہی رنگ / سخن کی جوہری جسمین ہین دنگ

یہ جی چاہا کہ گر ہندی زبان ہو / تو آسانی سی حظ دوستان ہو

بہت ہی ہند مین اسکا چرچا / کہ مشکل ہی سمجہنا فارسی کا

اگر یہہ امر بہی دشوار تر تہا / ولیکن قول یہہ مد نظر تہا

بہر کاری کہ ہمت بستہ گردد / اگر خاری بود گلدستہ گردد

غرض اب یہہ فضائی دلشکستہ / بیان کرتا ہی مطلب بستہ بستہ

کہ عالی طبع جتنی ہین سخنور / سخن کی بات یہہ روشن ہی اونپر

کہ فن شاعری ہی سخت مشکل / نہین پیدا ہی اس دریا کا ساحل

شناور ہوا گر کتنا ہی مشتاق / رسائی تا لب ساحل ہی مگر شاق

ہزارون اسمین غوطی جبکہ کہائی / در مقصود شاید ہاتھہ آئی

نہین ماہر مین اسکی رہگذر سی / کیا تصنیف اسکو اس نظر سی

کہ جتنی شایقان داستان ہین / صفا اندر طبع رستان ہین

فقط اس داستان سی حظ اوٹہائین / مری اس ہیچ گوئی پر نجائین

جہان کچھہ عیب اسکا ہو نمایان / کرین وہ دامن بخشش مین پنہان

بدی کو دور کر دین نیکنامی / بقول نیک مولانای جامی

اب آغاز داستان ہی سحر جسکا بیان ہی

بقدر وسع در اصلاح کوشند / اگر اصلاح نتوانند پوشند

پلا اب ساقیا ایسی کوئی مے / باسانی مسافت جسمین ہو طے

بہت مشکل جو نو طرز سخن ہی / مجہی درکار صہبای کہن ہی

لکہون ایسا مین اک افسانہ عشق / کہ پیدا ہو دلونمین اثر عشق

ہوا سابق مین جو کوئی سخنگو / بیان کرتا ہی یون اس داستان کو

کہ تہا نوشیروان سلطان عادل / سپہر معدلت کا ماہ کامل

ہوا جب مہر دولت اوسکا آخر / ہوئی شام اجل موجود و حاضر

جو مہر زندگی مغرب مین آیا / تو بس کہ وہ عدم مین منہ چہپایا

پسر ہرمز جو تہا باجاہ و تمکین / ہوا رونق دہ اورنگ زرین

شہنشاہی رسم و آئین پدر کو / یہی دنیا مین لازم ہی پسر کو

عدالت سی کیا ہر اک کو راضی / عجم کسری ہوا عالم سی ماضی

کسی شی کی نہ اوسکو جستجو تہی / مگر دلمین پسر کی آرزو تہی

اسی غم سی ارہتا تہا غمگین / سمجہتا ہیچ تہا اسباب جاہ و تمکین

ہمیشہ دیسی با صد کامرانی فقیرون کی وہ کرتا میہمانی
نیاز و نذر کی جب اوسنی بہم ہوا افضل خداوند دو عالم
اثر دیکھا فقیرون کی دعا سے ہوا پیدا اک بفضل خدا سے
منور حسن سے روی پسر تھا پسر تھا یا کہ وہ رشک قمر تھا
رخ انور سے روشن فر شاہی جبین سے تھا عیان نور الہی
جو دیکھا شہ نی اوسکا روی تابان ہوا قدرت کا ایزد کی ثناخوان
کیا تجویز شہ نی شادمان ہو کہین سب خسرو پرویز اسکو
اوسی رکھتی تہی دایہ بہ شایان پلاتی شیر تہی با شکر جان
وہ رکھتی حفظ مین جانی و تن سی صدف رکھتی ہی جیسے گوہر
جو بزم شہ مین آتا گل کی مانند تو ہوتی محو سب بلبل کی مانند
لگا چلنی جو پاؤن سی وہ خوش اقبال محبت مین لگی دل ہوئی پامال
ہوا جب پنجسالہ وہ شکرخا مذاق قند تھا بات سے پیدا
دم گفتار ہوتا تھا شکر ریز اسی سے تھا لقب اوس گل کا پرویز
ہوا شہزادہ جب وہ ہفت سالہ تو باہر پاؤن خوبی نی نکالا
عزیز دل تھا از بس وہ شکرلب سمجھتی یوسف مصری اوسی سب
بٹھایا شہ نی اوسکو پیش استاد کہ قید علم ہوتا طبع آزاد
جو مکتب مین اوسی کچھ روز گذرے ہوا وہ بہرہ ور علم و ہنر سے
جو تھی پہلی ہی لعل اوسکی شکرخا ہوئی قند مکرر پھر سراپا
ہوا سال دہم جب اوسکو آغاز رہا لہو و لعب سے ہر طرح باز
ہوا قادر وہ جب علم و ہنر پر تو رکھا ہاتھ پھر تیغ و تبر پر
ہوا جب پہلوانی پر وہ مائل کئی ہر پہلوانکی ہوش زائل
علم کرتا تھا وہ شمشیر جس دم تو کر لیتا تھا بس قبضی مین عالم
کبھی اس پہلوان سے جو متفق ہو نکل سکتی تہی وہ اوسکی کمانکو
شکار افگن جو ہوتا تھا وہ دیجاہ نہ رکھتی شیر بہی تہی شکل روباہ
ہوا شہزادہ ہر اک فن مین کامل دلیر و پہلوان ہشیار و عاقل
وہ پہونچا جب بحد چار دہ سال ترقی پر تھا اوسکا جاہ و اقبال
بزرگ امید نامی مرد دانا کہ تھا دانش مین یکتائی زمانا
اوسی معلوم تھا علم ریاضی بتاتا حال استقبال و ماضی
بہت سیر اوسنی کی تہی اس جہان کی خبر رکھتا زمین و آسمان کی
وہ ہر فن مین تھا از بس کہ کامل اوسی حکمت سے بہی وہ تھا حاصل
غرض خسرو کو با صد مہربانی بتائی اوسنی راز آسمانی
پڑہی خسرو نی سب قانون حکمت ارسطو کی ہوئی حاصل طبیعت
بجز صحبت کے اوسکی صبح اور شام نہ شہزادہ کو خوش آتا کوئی کام
جو دیکھا شہ نی خسرو کو ہنرور تو رکھا جان سے اپنی فزون تر
پسر کی خیر تہی ہر دم جو منظور کیا تھا عدل سی عالم کو معمور
منادی شہ کی تہی ہر روز و ہر شب دل آزاری کا پیشہ چہوڑ دین سب
نہ رسم بد کا کوئی مرتکب ہو نہ آزردہ کری کوئی کسیکو
نہ زور آور ضعیفون پر کرین زور نہ ایذا پائی پامی پیل سے مور
نگاہ بد کسی پر جو کہ ڈالے پڑینگی زندگی کی اوسکو لالے
کریگا جو کہ محتاجون پہ بیداد تو ہوگا قید ہستی سی وہ آزاد
عدالت تہی جو یون شہ کی جہان مین بہر صورت رعیت تہی امان مین

رہنا خسرو کا شکارگاہ مین اور حقیر ہونا باپکی نگاہ مین

پلا ساقی شراب ارغوانی کہ تازہ جس سے ہو رنگ جوانی
چلی اکدن جو باد صبحگاہی اوٹھا وہ سرو باغستان شاہی
کہ یعنی خسرو پرویز شادان شکار افگن ہوا سوی بیابان
شکار و سیر وہ کرتا رہا وہان ہوا پہر دور سے اک دہ نمایان
شتابان گرد دہ پہونچا وہ خوشخو نظر آیا وہان سبزہ لب جو
جو دیکھا مرغزار سبز و خرم تو یاد آئی شراب سرخ اوسدم
وہ بیٹھا اوس جگہہ با ہوشیاری کیا آغاز شغل بادہ خواری
شکار افگن ہوئی وہان شام جس دم غزال مہر گردون کر گیا رم
رہا شہ منتظر تا آخر روز اوٹھا سینی مین بیتابی سی اک سوز
کہ سارا روز گذرا ہو گئی شام کیا خسرو نی کس جا آج آرام
اودھر توشہ کو خواب آیا نہ زنہار خوشی سی تھا ادہر شہزادہ میخوار
بیاپی اوس جگہہ پینی لگا می ہوا خواہان چنگ و بربط و نی

کیا تجویز دہ میں ایک خانہ
ہوئی ترتیب بزم خسروانہ

ہوئی وہاں صحبت یاران ہمدم
چلا پیمانہ صہبا دمادم

وہیں جا خسرو ہوئی طرب خوش آہنگ
لگی اوڑنی صدائی رباب و چنگ

قضا را اسپ خسرو باگ کرونان
گیا جہہ سبزہ زار کشت دہقان

دو دم غوری غلام شاہزادہ
کہ تہا بس شوخ چشم و مست بادہ

جو نکلا سیر کو وہ شاد خسرو
گئی باغونکی غارت اوسنی انگور

درخشندہ ہوئی جب صبح پرنور
سیہ کاری شب یکسر ہوئی دور

کیا تیغ شعاع مہر نی جب
قلم یکدست دست ظلمت شب

تو آیا خسرو سرمست کو ہوش
حقیقت کہ غلام و اسپ کی گوش

ہوئی خوف پدر سی بیقراری
دو چندان ہو گیا سر اوسکا بہاری

جو تہی غماز اشرار سیہ بخت
ہوئی حاضر حضور صاحب تخت

کیا یوں عرض کا ہی سلطان عادل
ملکزادی نی کی بیداد کامل

ہوا تہا صید گہ میں کل جو شب باش
ہوئی باتہو لئی اوسکی رسم بد فاش

کہ اسپ اوسکی نی کہایا کشت دہقان
ہوئی ہر دم نہایت تنگ نالان

غلام اوسکی نی توڑی شیشہ چند
کیا ہر گز نہ کچھ خوف خداوند

بنہ زر اک خانہ درویش لیکر
بپا کی بزم ناہی و نوش شب بہر

بجز شہزادہ کر کرتا کوئی اور
تو نشہ کرتا نہیں معلوم کیا طور

اگر کعبہ سی ہووی کفر برپا
مسلمانی رہی کس طور برجا

ہوئی رسم عدالت کی تمامی
کہ آیا راست یہہ قول نظامی

زند بر ہر سر کی قضا و صد نیش
ولی وستش بلرزد برگ خویش

ہوا سنتی ہی شاہنشاہ برہم
لگا غصہ سی کہانی پیچ ہر دم

دیا لوگونکو اوسنی حکم جیسا
بجبوری کیا اون سب نے ویسا

کیا گھوڑی کو لاکر پی بریدہ
ہوا ہر ایک جسپر آبدیدہ

بلا انگور کی مالک کو اوسجا
کیا وہ بندہ غوری جو الا

بیا خسرو کا جسکی گہر میں تہا تخت
اوسی درویش کو بخشا وہ سب رخت

ہوئی سب طے یونکی بخت ناسا
شکستہ کر دیا ستار پیاسا

وہ شیشہ ہی کا جو تہا تہا راحت
نصیب اوسکی ہوا سنگ ملامت

شہنشہ کی علم تیغ غضب تہی
پہر اکدم شاہزادی کی طلب تہی

پدر خسرو کا تہا جو شاہ عادل
کیا ہر گز نہ اپنا حکم باطل

یہی تہا اوسکی شایان ریاست
کہ شہزادہ پہ کی اتنی سیاست

غرض خسرو تہا اک سرو خراماں
ہوا ہیبت سی مثل بید لرزان

اوٹہایا سر نہ پہر تقصیر سی نہار
دیا ناخن سی غم کی دلکو آزار

جو تہی شہ کی بزرگان و اقارب
شفاعت کا ہوا ہر اک سی طالب

گنہگار ونکی صورت دست بستہ
حضور شہ گیا دلگیر و خستہ

نگندہ ہو گیا وہاں بر سر خاک
یہی کہنی لگا با چشم نمناک

کہ بس ای شاہ کیجی درگزر اب
عقوبت ہو چکی حاصل ہی سب اب

اگر ہی حکم خونریزی بہی مجہہ پر
نہیں طاقت کہ پہیرون حکم سی سر

پر اب امید الطاف شہہ ہون
اگرچہ غرق دریای گنہ ہون

ہوا شرمندہ میں فعل بد سے
پر آیا عفو بخشش میں جگہ سے

یہ کہکر رکہدیا قدموں پہ سر کو
اوٹہایا پہر نہ ہرگز چشم تر کو

بزرگوں کو شفاعت کی تہی حاجت
کیا پہر گریہ و زاری نہایت

یہی کہتی تہی شہ کو لب بدندان
کہ واجب ہی سزا لیکن پشیمان

نہیں شایان عدل شہریاری
جو ککڑی کی عوض ماری کٹاری

بہاتی سیل تہی ہر ایک کی چشم
بجہی آخر کو شہ کی آتش خشم

جو کی خسرو نی اتنی بردباری
ہوئی ثابت نہایت خاکساری

تو جانا شہ نی ہوگا صاحب جاہ
کہ ہی اقبال و دولت اوسکی ہمراہ

ہوئی پہر شہ کی اوسپر مہربانی
بٹہایا بر میں با صد شادمانی

بلاکر افسران فوج یکسر
کیا خسرو کی تابع فوج و لشکر

اوٹہا ہو کر گیا خسرو با خوشحال
لگا ہر دم دکہانی راہ اقبال

خسرو کا خواب میں جانا اور نوشیروان سی بشارت پانا

پلا ساقی وہ صہبائی طہارت
خوشی کی جس سی ہو دلکو بشارت

دکہاتا ہی فلک کچھ اور ہی رنگ
کہ آتا دلپہ ہی اب عشق کا زنگ

ہوئی اکدن نمایاں جسکی گہر شام
تو وہ شہزادہ فرخندہ فرجام

ہوا عزلت نشین خلوت سرا میں
رہا مشغول وہاں یاد خدا میں

جو گذری نصف سے کچھ رات افزون
تو دیکھا اوسنی یہہ خواب ہمایون
کھڑا نوشیروان ہی پیش نظر ہی
وفور لطف سی دیتا خبر ہی

یہ کہتا ہی کہ ای شیری جگر بند
خدا رکھی جہان مین تجھکو خرسند
ہوئین ضائع جو چیزین تیری چار
کیا تونی تحمل چار و ناچار

عوض اون تین کی پاؤگی چیزین چار
رہین آباد ہون تیری شہر جو غمخوار
غلام شکرین لب کی جدائی
جو دلپر تونی اپنی ہی اوٹھائی

ملی معشوقہ شیرین تجھی ایک
کہ جسکی مثل جو دلبر کوئی نیک
اوٹھائی ہی جو تلخی ملامت
ملیگی اوسکی صحبت سی حلاوت

گیا گر چہ شبدیز تیرا ہوا
ہوا تو سنگدل اوس سی نہ زنہار
ملی شبدیز نام اک اسپ شبرنگ
کہ جسکو دیکھہ ہو پانی صبا لنگ

گیا گر مفت ہی وہ تخت تیرا
پر اب پایا ہوا ہی بخت تیرا
ملی شاہانہ تجھکو تخت ایسا
کہ شاہون کو میسر ہو نہ جیسا

اگر مطرب کا تیری ساز توڑا
صبوری سی نہ تونی مونہہ کو موڑا
ملی مطرب تجھی اک باربد نام
نوا سازی سی جسکی زہرہ ہو رام

علاوہ اسکی پائیگا بہت زر
تہ فرمان ہوون تیری ہفت کشور
ہوا بیدار خسرو شاد و خرم
کیا شکر خداوند دو عالم

یہ جانا اب ہوا ہی بخت بیدار

حسن شیرین کا بیان اور عشق خسرو کی داستان

خلاف اسکی نہین ہوگا زمانہ

پلا ساقی مجھی اک اور ساغر
کہ یہہ مطلب کا میری ہو گیا یاور
نہایت شاہزادہ منتشر تہا
خیال خواب مین آشفتہ سر تہا

مصاحب خاص شہزادی کا تہا ایک
جہاندیدہ نہایت خوش نہاد نیک
جہان مین لگ وہی کہتی تہی شاپور
زمین صورتگری مین تہا وہ مشہور

لگا کہنی یہ سن کی ہو کی خوشحال
کہ ہو اقبال یاور تیرا ہر سال
کہ ستا انکی اور ہر منزل بنر
بہت سیر جہان کی مینی حاصل

وہانکی حکمران ہی ایک زن ہی
کہ جسکی فوج بحر موج زن ہی
تمامی کشور ایران و ارمن
ہی اوس زن کی حکومت پر معین

نہین طاقت کسی حاکم کی جو لی ریل
کہ دیتی ہی خراج اوسکو بہر سال
حصار اوسکی ہزاروں گنج پر ہین
خدا جانی خزاین کسقدر ہین

نہین گنتی ہی جنس چارپاکی
کنیزین جو ہین جلو قمر اوسکی
نہین رکہتی اگرچہ کوئی شوہر
دلی رہتی ہی خوش و پاک گوہر

شمیران نام رکہتی ہی وہ خوشخو
مہین بانو ہی سب کہتی ہین اوسکو
ہر اک فصل مین ہوا اونسی الگ
سکونت اپنی کی ہر جا مقرر

جو ہوتی فصل گل ہی جلوہ افروز
تو جا رہتی ہی جا نجمین شب و روز
خزان ہوتی ہی جب تو زرد تابال
تو وہ ابخاز مین رہتی ہی شادان

گذارتی کوہ ارمن پر ہی گرما
بسر کرتی ہی بردع مین سرما
نہین رکہتی کوئی فرزند و دختر
مگر ہی پاس اک دخت برادر

نہ دیکھا حسن مین اوسکی کا ہمسر
بت کافر جفا جو ہی وہ دختر
پری ہی یا وہ دخت نازنین ہی
قمر و شرما سی جسکی جبین ہی

خجل از بسکہ پیشانی سی ہی چاند
نظر آتا ہی اوسکی شکل سی ماند
سیہ گیسو ہین یا اوسکی لیلة القدر
زری موباف ہی یا لیلة البدر

نگاہ غیر کا یہہ کب ہی یارا
کری جو حسن کا اوسکی نظارا
کہ ترک چشم دونون ہین سلحدار
نگہدار متاع حسن رخسار

خم ابرو سی گر اک تیغ زن ہی
مژہ سی دوسرا ناوک فگن ہی
پر اوس بت کی لگا سرمیکی تحریر
کئی ہین ترک دونون پا بزنجیر

لطافت آنکہہ مین دیتا ہی کاجل
گیا دل جیسے ہر معشوق کا جل
گل رخسار سی کہاتی ہین گل خار
بہار بیخزان ہی حسن رخسار

عرق عارض کا گر عطار پائی
تو اک قطرہ سی سو شیشی بنائی
نہین کچھ احتیاج دانہ و دام
کہ مرغ دل ہو خال و زلف سی رام

مزین سلک گوہر سی ہین دو کان
عجب موتی کی رکہتی ہی دو کان
اگر دیکھو تو چشم رست بینی
تو بیشک فرد ہی خوبی مین یکتا

نہین نسبت ہی قند سی نیشکر کو
شکر ریزی ہی یا حاصل لعل تر کو
وہ شیرین لب کیونکر منہ لگاتا
بندہی جاتی ہین لب انکا گفتار

لب و دندان کی لذت اوس سی پائی
کبہی دندان مصری جسنی کہائی
مسی مالیدہ دندان مین سراسر
گونڈہی ہی رشتہ نیلی مین گوہر

لبوں پر رنگ پان کا لطف دیتا
بدخشاں میں پڑا ہی جسکا شہرہ
اگر دیکھی کبھی چاہ زنخدان
تو قیدی چاہ ہی ماہ کنعان

صراحی بلوریں ہی وہ گردن
نیائی حور نی یہہ خوبی تن
دکھا کر ناز سی ہر ایک شانہ
کری دل تیر مژگان کا نشانہ

نہیں ہیں بال شانوں پر بکھالے
کہ لپٹی شاخ صندل میں ہیں کالے
وہ دیکھی شمع سان جسنی کلائی
نہ پروانہ صفت اوسکو کل آئی

خجل ہی پنجہ رنگین سی مرجان
جگر خون اوس سی ہی لعل بدخشان
جو دیکھی حور اوسہرا اوسکا سینہ
نکل آئی خجالت سی پسینہ

وہ پستان ہیں بہشتی تازہ دو سیب
کسی کی ہاتھہ کا پہونچا نہ آسیب
کسیکا دسترس اونپر اگر ہو
اوسی حاصل جوانی کا ثمر ہو

بیان کیفیت محرم ہو کیونکر
کہ فکر و وہم نامحرم ہی یکسر
شکم اوسکا ہی شکل آینہ صاف
ہی اوسکی ناف شہر حسن کی ناف

کروں میں ذکر کیا اوسکی کمر کا
فقط اک وہم ہی تار نظر کا
نہ زیر ناف یارا ہی گذر ہی
پہسلتا اوس جگہہ پائی نظر ہی

زبس ہی ساق ہی شمع بلور
ہوا ہی نور اوس سی شعلہ طور
اگر وہ پائی رنگین دیکہہ پائی
تو زاہد اپنی آنکھوں سی لگائی

نہیں رنگ حنا سی پاؤں میں لال
کیا ہی خون عاشق اوسنی پامال
بدن پر اوسکی پوشاک زری ہی
نہ اوس سی حور کو تاب ہمسری ہی

جڑاو پہنی ہی زیور بدن پر
منور گرد مہ ہوں جیسی اختر
ہزاروں مشتری ماہ پیکر
رہا کرتی ہیں خدمت میں مقرر

پرستار اوسکی سب شہزادیاں ہیں
ہمیشہ ہم حکایت ہمزبان ہیں
وہ ہیں بلبل صفت اوس گلکی دلسوز
کمربستہ ہیں خدمت میں شب و روز

کوئی رکھتی ہی پاس اپنی دف و چنگ
اڑاتی راگ سی زہرہ کا ہی رنگ
ادا و ناز میں اونکی نرالے
پھرا کرتی ہیں سب سینہ اوبھالے

جوانی پردہ سب ہیں نازپستان
بسان کبک پھرتی ہیں خرامان
گلی میں ڈالکر باہم گر ہاتھہ
چلیں اٹکھیلیوں سی سکی سب ساتھہ

وہ بت چلتی میں اونکی یوں ہی ہمراہ
نظر آتی ہیں جس طرح ماہ
ستم ہی اوسکی آنا و جانا
غضب ہی لڑکھڑانا مسکرانا

کری ابرو سی عاشق کا جگر چاک
تبسم سی نمک چھڑکی وہ بیباک
برنگ گل سدا ہنستی ہی خندان
سرشک عشق سی ہی پاک دامان

بسر کرتی ہی خوش خوش زندگانی
ہی طغیانی یہ بحر نوجوانی
میسر دیکھی کیونکر ہی ہونا
بشر کو اس پری کی ساتھہ سونا

صفت شبدیز سبک خیز کی

غرض یہ شکل ہی وہ غیرت حور
سراپا تن ہی اوسکا طور نور

وہ بت رکھتی ہی اک شبدیز شبرنگ
کہ آگی اوسکی پائی ہم ہی لنگ
تگ و دو اوسکی از بس ہی سبک تر
پچھاڑی اوسکی پائی باد صرصر

مہ نو سی فلک بار جس نی
کری ہر ماہ اوسکی نعلبندی
فلک پر ابر سان گر ہو روانہ
نہ لائی تاب برق تازیانہ

شناور یوں ہو دریا میں شتابی
کہ جیسی آشنا ہو مرغ آبی
نہیں تشبیہ مہ اوسکو گوارا
کہ پیشانی پہ اوسکی ہی ستارا

فلک اکدن میں اک چکر ہی کہاتا
وہ اکدم میں ہی سو کو ہی لگاتا
مشبہ گر کروں گردوں سی اوسکو
بدن اوسکا خجالت سی عرق ہو

پری بھی اوس سی ہمسری کی
کہ ہر عنقا ہی صورت پری کی
ندیکھا خلق میں شیرین سا محبوب
نہیں شبدیز سا ہی توسن خوب

خسرو کا صبر بیہوش کھونا اور شاپور کا روانہ ہونا

کیا شاپور نی یہ حال اظہار
ہوا اک فتنہ خوابیدہ بیدار

ہوا سنتی ہی خسرو ایسا مشتاق
کہ دلسی صبر کی طاقت ہوئی طاق
سنا کیا اوسنی شیرین کا فسانہ
ہوئی تلخ اوسپہ سب عیش زمانہ

مذاق ذکر شیرین تہا لبوں پر
سمجھتا تہا ہی قند مکرر
لگا شاپور سی کہنی وہ تندخو
کہ ای مرد خردور میری دلجو

یہ افسانہ جو تونی ہی سنایا
بلای تازہ میری سر پہ لایا
رگ جان پر لگایا ہی جو نشتر
تو کرکچہہ مرہم تدبیر اوسپر

سمجھی لازم ہی اب محنت اوٹھانا
طرف شہر بت شیرین کی جانا
پہونچتی ہی مری جانکی تو والی
کسی حیلی سی کر دریافت احوال

کہ وہ یکتا ہی ملک خوش ادائی
ڈرا بہی ہی ایسی کتخدائی

ریاض عمر مین وہ رشک شمشاد
رہی کب تک برنگ سرو آزاد

محبت سے وہ بت رشک پریزاد
کرے گر میل سوے آدمیزاد

تو دم کر اوسپہ افسون محبت
کر اوسکی لوح دل پر نقش الفت

اگر وہ شمع رو کچہہ موم دل ہو
تو مجہہ پروانہ سان کا حال کہیو

اگر وہ بت نہایت سنگدل ہو
تو کیون حسرت مین اپنا تنگدل ہو

غرض اس حال سے جلدی خبر دو
کہ ہی حالت دگرگون میری غم سے

یہ سنتی ہی وہ شاپور خردور
لگا یون عرض کرنی سر جہکا کر

کہ اے شہزادۂ عالم جوان سال
رہی قایم ہمیشہ تیرا اقبال

ترا بندہ ہون جان و دل سی غمخوار
نہین ہی جز اطاعت میرا کار

اگرچہ سامنے ہون شیر و اژدر
نہ تیری حکم سی پہیرون کبہی سر

مجہی حاصل ہی فن صورتگری کا
اوتارون صفحہ مین نقشہ پری کا

جو کھینچون سادہ مین تصویر نیرنگ
اوڑی چہری سی تیکی رنگ وہی رنگ

جو مانی تہا کرے تصویر کہینچے
مرقع خاک مین اپنا ملا دے

تری تصویر اوسکو جا دکھاؤن
تعشق کا تری نقشہ جماؤن

سوا اسکی کرون ایسی مین تدبیر
کہ ہو وہ صید وحشی تیر تسخیر

اگرچہ یوسف کنعان ہی وہ ماہ
زلیخا وار پر تیری کری چاہ

چلون گر تیر سان یہان سی سبکسار
نہ اک چلی مین پہونچون تو خطا وار

جو مسکن اوسکا ہو عرش برین پر
تو لا حاضر کرون تجہی مین پلپر

بہر صورت مین کام اپنا کرونگا
خبر دونگا اگر جیتا رہونگا

ہوا یہہ کہکی رخصت تب وہ شاپور
کیا عزم سفر بہر شہ مسرور

نہ لیتا راہ مین مطلق تہا آرام
کہ چلنی کا اوسی تہا رات دن کام

بیابان در بیابان چلی جوگی راہ
تو پہونچا ملک شیرین مین ناگاہ

خبر اوس بت کی پوچہی اونسی الحال
ہوا دریافت لوگونسی یہ احوال

کہ تابستان مین وہ رشک گلشن
ہوئی رونق فزای کوہ ارمن

تو پہر شاپور پہونچا تا سر کوہ
ہوا وہانکی ہوا سی پر اندوہ

روان تہی ہر طرف باد بہاری
خرامان تہی تدرو کوہساری

وہ سبزہ ہر طرف سر سبز و شاداب
کہ جس سی دیدۂ بینا ہو سیراب

زبس رنگ شقایق جوش زن تہا
شجر ہر ایک گلگون پیرہن تہا

زمرد گون درختونکی ہر اک ڈال
کہ طوبی کی کمر مین ہاتہہ دی ڈال

نظر آئی عجایب اوس جگہہ سیر
بنا وہان سنگ خارا سی تہا اک دیر

مکان تہا وہ پرستشگاہ ابدال
گیا شاپور بہی وہان ہو کی خوشحال

ہوا سب سی وہ خواہان ہدایت
سنی اوس قوم سی نادر روایت

کہ پہنچی دیر کی پیدا ہی اک غار
وہان سنگ سیہ اک ہی نمودار

تگاور ماندہ اک بستی پیش آئی
دوان آتی ہی وحشت مکانی

خوشی سی اوسکو جب پیتی ہی حاجت
بر آتی حمل گر کرتی ہی رغبت

قریب اوس سنگ کی شہر تہین اکثر
مقام خاص کو ملتی ہی اوپر

تو رہتا حمل ہی حکم خدا سی
عجب کچہہ کارخانی ہین قضا کی

وہ بچہ ایسا جنتی ہی بس سال
نہ پہونچی باد صرصر جسکی دنبال

سنا یون ہی کہ شبدیز سبک پی
اوسی سنگ سیہ کی تخم سی ہی

رہا شاپور یہہ سنتی ہی حیران
ہوا وہ صنعت حق کا ثنا خوان

لگا پہر پوچہنی لوگونسی وہانکی
کہ تہی واقف وہ حال آستانی

کہ کس گلشن مین وہ رشک چمن ہی
لئی ہمراہ صدہا گلبدن ہی

تو لوگون نی مفصل کہہ سنایا
مکان گلگشت کا اوسکی بتایا

کہ پہنچی کوہ کی اک بوستان ہی
بہار سبزہ و آب روان ہی

سحر کیوقت وہ سب رشک شمشاد
وہان ہونگی خرامان بادل شاد

شاپور کا باغ مین جانا اور تصویر خسرو کی شیرین کو دکھانا

چلی جسدم نسیم صبحگاہی
بجا نوبت بنوبت کوس شاہی

نہ پہونچین تہین بتان فتنہ انگیز
کہ پہونچا جلد شاپور سحرخیز

چلا اک صفحۂ قرطاس لیکر
کہ کہینچی صورت خسرو تہی جسپر

گیا لیکر شبیہ با تمثال
اوسی گلشن مین پہنچا جا کی فی الحال

وہ کی تصویر اوپر ان سی شب سی
ہوا لیکن اوسکی خود غایب نظر سی

وہ پریان سبکی سب اتنی مین آئین
عجب کیفیتین اپنی دکہائین

وہ مست حسن تہین چمن مین پریشان
پہ پہچانا ہوا سارا گلستان

مسلسل ہر طرف آب روان تھا
بہت شیرین کی جب بیکیا بیابان
گیا اوسنی یہہ صنعت کہانی
وہ بیخود ہو کی جا پہونچی اوسی جا
جو دیکھا اپنا عکس اوسی تابان
ہوئی تصویر پہ شیدا وہ گلفام
عجب نقشہ تھا نقش جانفزا کا
جو دیکھا اون پریرویون نی یہہ طور
نہین یہہ کار ہی جن و پری کا
جو پایا اون پریرویونکو دلسوز
لگی کہنی بہت سی وہ گل اندام
غرض باصد نشاط و ذوق سے
وفور نشہ می بین طرب سے
اوسی دریافت کرنا تھا جو احوال
کیا دریافت سب نے ہر کسی سے
کہ ای چرخ ستمگر کیا سمائی
وہی شاپور مشکل سیہ خوان تھا
پریوش نی جو دیکھا اوسکو جاتے
فلک کی غور کر سا تو ستارے
کہا پندت جی آگی اب سنجاو
کہ ہان واقف تو ان باتون سی ہونہ
چلی سنتی ہی وہ گھبرا کی فی الحال
پریشان سر بسر زلف معنبر
یہ کی حسن بت شیرین کی تا شہر
کہ ای بیگانہ وش اک دم ٹھہر جا
وہ تعریف پری لایا زبان پر
ہوا سیبان تیر کس جانب سی آنا

وہ میدان نو بستان سبزہ زار تھا
لگی پہنچی وہ می یار رو خندان
شجر سی پہر وہی صورت لگاکر
اوٹھایا تو نسلی پہی اوسکو دیکھا
رہی اس شرم سی سر در گریبان
پری ہوتی ہی جیسی نقش بی کام
ہوا تعوید جان وسع دلربا کا
بہت شیرین کا پایا حال کچہہ اور
وہ کیا جانین یہہ شیوہ دلبر کا
ہوئی خوش لیں نیند وہ ماہ دل افروز
گیا سب دلسی میرا صبر آرام
لگی کرنی پریرو می پرستش
ہوس بوسہ کی کرتی اوسکی لب پر
کنیزان بین سہیلا بین فی الحال
پتا اوسکا نپایا پر کسی سے
جو توتی یہہ بلا پیچی لگائی
کہ بیگانہ صفت اوسجا ردہ تھا
لگی کہنی وہ اون سب مہوشون سے
وہ شاید پتری سی کچہہ پچارے
جو کچہہ پوچھین سو وہ ہمکو بتاو
مگر جلدی ہین نہین کیا کہوں یان
کہ اوسکی الف پابین مثال خلخال
کہ جسسی بہشت تھا سارا معطر
بنا حیرت سی وہ پیکر کی تصور
یہان مطلق نہ اندیشی کی ہی جا
پری نی اوسکو بہلایا وہ ناچار
اور اب منظور ہی کس سمت جانا

اور وہ ہر اون جا سر نکلی چھپی تون
اوسی گلشن مین شیدا پری تھا غل
ز دلبر جسم پری شیرین کی اوپر
زبس قرطاس صورت پہ بہلا تھا
جو پایا آپ کو پہلو بہ پہلو
ہوا تصویر سی جو عشق کامل
محبت دلمین کچہہ ایسی سمائی
پشیمان کار پیشیہ سی شیرین سب
جو ہوون ہم حال سی اوسکی خبردار
بنایا اون بتونکو محرم راز
مقابل رکھہ کی اس تصویر کو ہم
مگر شاید سامنی رکھی وہ صورت
وہ دوڑی دلسی آہین کھینچتی ہر
کہ ہمشکل اسکا شاید کوئی آئی
غرض شیرین نہایت ہو کی مایوس
وہ بیتاب اسطور تھی حیرتسی و مستانہ
اگر ظاہر مین بیگانہ بنا تھا
کہ تم اس بیدہ خوانکی پاس جاو
پرستاریں جلیں سنتی ہی وہ ٹھکر
سنایا انکو جب حال تصویر
کنیزون نی کہا شیرین سی جاکر
غرور حسن سی کرتی ہوئی ناز
قیامت خیز تھی اوسکی چال
تبسم کرکی با صد عشوہ و ناز
یہہ سنتی ہی پہر آگی اوسی جا تا
مہ دلدار ی ورہی وہ فسونساز
وہ بولا ہون جہان دیدہ جہان گشت

او دہر اون گلا ہون کی [illegible]
کہ تھا [illegible] پیستان کا [illegible]
رہی آئینہ سان حیران و ششدر
تجلا شکل آئینہ کیا تھا
رہا مطلق نہ دل پر اوسکا قابو
بشکل آینہ رکہی مقابل
کہ اک دم اوسپہ بیہوشی سی چھائی
یہہ کہتی تھی ہر اک انگشت بر لب
کرین دریافت یکسر اسکا اسرار
کیا پہر قصہ حال دل آغاز
ہمین اب عیش سی ساغر و جام
کہ ہو وی دوبرو کچہہ لگی کدورت
لبو پر تہی دوان اشعار پر درد
پتا اس شکل کا کوئی لگاکے
لگی کہنی یہہ با صد رنج و افسوس
کہ گذرا اوس طرف وہ نقش پرداز
ولی باطن مین مرد آشنا تھا
حقیقت شکل کی اسکو سنانا
قریب اسکی جب پہنچین سبکر
توکی بیگانہ سان وشی تقریر
بتائی وہ جو تو پہنچی بلاکر
چلی مستانہ وہ شوخ خوش اندام
ہوا آخر دل اوس ہمشکل کا پامال
بہت طنازی دی اوسکو آواز
مناسب اوس جگہ ہر گز نجانا
لگی یون پوچھنی اوس سی بصد ناز
کہی پاوک تلی صد کوہ و صد دشت

بتاؤں میں تجھی موجود و معدوم
لگا کہنی کہ ای سرمایۂ نور
اشارہ سی پہ کی سب پری شان
کہ ہی شکل ایک شاہ نوجوان کی
شہنشہ خسرو پرویز ہی نام
بوقت رزم اک شیر غرین ہی
لب شیرین سی گر شکر شکن ہو
جو لیتا ہی کبھی تیغ و سپر کو
اوسی حاصل ہی با صد کامرانی
ولی اوسنی باین نگین ادائی
ہوئی ثبت ایسی ان باتون سی ہوش
غرض شاپور نی دیکھا جو یہہ حال
ستمگی مین جو تو کہتی ہی ہر بات
ملا ہی گر طبیب درد ہجران
کہ سن ای برہمن حال دل زار
کہ اس تصویر کو جسنی دکھایا
چہ پوچھا ہی تو کچھہ تدبیر ہی کر
سخن یہہ سنکی شاپور خردمند
لگا شاپور کرنی چارہ جوئی
سخن مین راستی لاتا ہون باہم
کیا حق نی مجھی ہر فن مین ایسا
باین حسن و جمال عالم آرا
مجھی بھیجا یہان قاصد بنا کر
فقط تصویر پر تیرا یہی حال
نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
کہا بس سنکی کہ منت کش ہوا تیری
کہا شاپور نی اوس سی کہ ای ماہ

دقیقی سب باطنی کی ہین معلوم
رہی تجھسی ہمیشہ چشم بد دور
ہوئین سنبل صفت انسی ہم پریشان
ظفر لونڈی ہی جسکی آستان کی
کہ شہرہ حسن کا جسکی ہی تا شام
میان بزم شوخ نازنین ہی
تو کوزہ قند کا گوش سخن ہو
عدو کرتی ہین قربان اپنی سر کو
بہار تازہ حسن جوانی
نہین کی ابھی اتنک کتخدائی
کہ گویا وہ ہمہ تن ہنگئی گوش
کہ شیرین عشق خسرو سی ہی پایا
مناسب ہی کشادہ ہوکی گر بات
تو کیون کہتی نہین کچھہ دل کا ارمان
کسی سی گر کری ہرگز نہ اظہار
طبیعت پر عجب ہی تنگ چھایا
مبادا حال ہو کچھہ نوع دیگر
ہوا دلمین نہایت اپنی خرسند
نہ دیکھا چارہ کچھہ جز راست گوئی
نگاہ رحم ہو پر میری جان تم
ہنر تجھکو یہ دکھلایا ہی جیسا
ہوا ہی تجھپہ نادیدہ وہ شیدا
دکھائی ہی صورت اوسکی لاکر
اوسی دیکھی تو کیا پڑ جاتی جنجال
بسا کین دولت از گفتار خیزد
کہ اب بہر خدا تدبیر میری
جو ہی اس شاہ نیک خو کی تجھی چاہ

لگی کہنی وہ ای مرد خردور
ابھی اظہار اسکا تجھسی ہی جا ہی
جو پایا اوسنی تنہا گلبدن کو
جہان مین ہی وہ روشن مثل خورشید
جمال و ہی یوسف ہی شنیدہ
بچھا رکھا ہی ایسا خلق کا دام
روان ہوتا ہی جس دم اوسکا لشکر
جو میدان ہی تو شوق لشکری ہی
ہزاران مہوشان شوخ و طناز
مبارک سخت ہین اوس دلربا کی
رہی مشتاق یون وہ رشک مہتاب
لگا کہنی نہ کچھہ سمجھا مین اسرار
بہت دشوار ہی ہمراز پانا
پر پرونی جگہہ دیکھی جو خالی
سجانون کو تہا یہہ نقش یزدان
ہوئی اسطور سی اسپر ہون مفتون
کریگا درد کا میری جو درمان
کہ محنت سی جوانی اوٹھائی
کیا یون عرض اوسنی مہ لقا سی
جو صورت نگر کی تجھکو جستجو ہی
وہی خسرو جو شاہ نوجوان ہی
بجز تیری نہین خواہش ہی کچھہ اور
نہین نقشہ یہ خسرو کا دکھایا
غضب ہی گی وہ اوسکی خوش کلامی
اوسیکی گر تجھی اب جستجو ہی
جو کی تونی یہ تقریر پر افسون
ارادہ صید گہ کا کر کی اوٹھا

بھلا اس شکل کا نقشہ بیان کر
جو خالی ایکدم غیروں سی ہوجا ہی
کیا آراستہ روی سخن کو
وہ ہی اک یادگار نسل جمشید
مگر اوسکا بچشم خود ہی دیدہ
کہ جس سی ایک عالم ہو گیا رام
تو ہوتی ہی زمین لرزان سراسر
شبستان ہی تو میل دلبری ہی
رہا کرتی ہین عشرت گہ مین دمساز
جو سوتی ہی مین اوس نگین ادا کی
سہو جون تشنہ لب شبنم سی سیراب
کہ ہی کس بات سی تو دل گرفتار
جو پایا پھر عبث مطلب چھپانا
لگی کرنی وہ یون شیرین مقالی

ہوا اسطور مجھپر جو فسون ساز
بجا ہی می پیا کرتی ہو نہین خون
رہونگی عمر بھر تیری ثنا خوان
تو باری راہ مقصد مین پائی
بر آئین تیری سب مقصد خدا سی
یہ بندہ ہی جو حاضر روبرو ہی
سدا اقبال اوسکی ہمعنان ہی
طبیعت کا ہوا اوسکی عجب طور
تصور مین وہ گویا خود ہی آیا
کہ سچ ہی قول مولانای جامی
تو پھر کیا اسمین جای گفتگو ہی
ہوا دلمین حساب عشق افزون
سواری مین تو رکھہ شبدیز ہوا

اڑیگا تجھکو لیکر وہ سبکتر
بشر کیا تجھکو پائیگی نہ صرصر
روان سوی مداین ہو یہانسے
ملی گی راہ مقصد پہر وہانسے
اوسی انگشتری خسرو نی دی تہی
وہ شیرین کی حوالہ اوسنی کر دی
کہا گر راہ مین خسرو کو پانا
تو یہہ انگشتری اوسکو دکہانا
بسان مہر تہی وہ صورت پاک
سراپا سرخ ہوگی اوسکی پوشاک
نشان اوس شاہزادی کا یہ کہہ یاد
روان ہو یہانسی اب تو بادل شاد
تری پیچھی مین آتا ہون سبکتر
نہونا تو کسیصورت سی مضطر
سر شہر مداین جبکہ جانا
پتا اوس شہ کا ہر اک سی لگانا
وہان خسرو کی اک خلوت سرا ہی
کنیز اوس شہ کی ہر اک مہ لقا ہی
اوسی خلوت سرا مین تو بہی جانا
نگین شاہ ہر اک کو دکہانا
اقامت کر تو اوس منزل مین یکماہ
قران اوس شمع سی ہو تیرا ای ماہ
تماشائی جمال شاہ کرنا
خدا کا شکر پہر ای ماہ کرنا
کہا پہر اب ترا حافظ ہی اللہ
یہ کہکر اپنی لی شاپور نی راہ
رہی تنہا وہ شیرین وہان یہ جب دم
تو آئین سب کنیزین ملکی باہم
غرض شیرین بہت نکو ساتہ لیکر
ہوئی وہانسی روانہ بس سبکتر
گئی آخر کو فرحت سی سب راہ
بصد شادی وہ پہونچی تا وطن گاہ
رہین کچہہ روز وہ چند ہی سب گلفام
مگر شیرین کو کب آتا تہا آرام
لگی کہنی مہین بانو سی وہ ماہ
رہی قائم ترا یہہ حشمت و جاہ
نہین لگتی یہان میری طبیعت
ملیگی صید گہ مین مجہکو فرحت
جو فرماوی تو کر شبدیز پر زین
روان صحرا کو ہون با زیب و تزئین
کرون دن بہر شکار و سیر جاکر
قدمبوسی کرون پہر شب کو آکر
کہا اوسنی کہ ای ماہ پیکر
سوا اسکی جو کچہہ چاہی طلب کر
وہ شبدیز ہے سبک رو تیز تر ہی
کہ جسسی چرخ بہی زیر و زبر ہی
مبادا پشت زین سی جدا ہو
تو پہر وہ بادپا مطلق ہوا ہو
اجازت یہہ نہین ہی گرچہ منظور
تری آزردگی سی پر ہون مجبور
لگام پہلوانی اوسکو دیکر
سواری کر تو اوسکی پشت زین پر
اجازت جب نہین بانو سی پائی
تو پہر جان تن قالب شیرین مین آئی
اوٹہی وہانسی دعائین اوسکو دیکر
رہی پیوستہ سایہ تیرا مجہہ پر

بہاگنا شیرین کا شکارگاہ سی اور پہرنا کنیزونکا راہ سی

کہان ہی ساقی گلفام اسدم
پلا مجہکو شراب عیش پیہم
کہ گردون ہی مبارکباد گویان
ہوا معشوق خود عاشق کا جویان
چڑہا جسدم سوار مہر تابان
سر پشت سمند چرخ گردان
پہن پوشاک شیرین ہوگئی طیار
کیا اوسنی طلب شبدیز رہوار
ہوئین حاضر بتان ماہ پیکر
کیا مجرا ہر اک نی سر جہکا کر
جو دیکہا اوسنی اون سب مہوشونکو
لگی کہنی وہ اوسنی مہربان ہو
رہا کرتی ہو تم مین حسرت سی دلگیر
اسی سے قصد ہی اب سوئی نخچیر
بتون نی سنکی با طبع ہوسناک
مزین بر مین کی فرانہ پوشاک
یہی تہا رسم اون سب گلرخونکا
کبہی گر اتفاق صید ہوتا
تو ہوتین سب وہ باشکل غلامان
خوشی سی ہمرہ شیرین شتابان
غرض گہوڑون پہ کی سب نی سواری
چلا وہ غول جون باد بہاری
روان گہوڑون پہ وہ سب رشک مہ تہین
کہ جلوہ ست اقامت کج کلہ تہین
ہر اک توسن نی چالاکی دکہائی
ہرن کی چوکڑی ساری بہلائی
ولی شیرین نی جسدم باگ اوٹہائی
کسی نی گرد بہی اوسکی نپائی
کنیزون نی اوٹہائی باگ فی الحال
دوان تہین مثل سایہ اوسکی دنبال
وہ سمجہین سب اسی کی یہہ سرکشی ہی
نکچہہ سمجہین کہ شیرین کی خوشی ہی
کیا ہر چند اون سب نی تگاپو
چلا ہرگز کسیکا کچہہ نہ قابو
نمایان ہوگئی اتنی مین جب شام
پہرین صحرا سی آخر سب وہ ناکام
مہین بانو کی آگی آئی غمگین
کہا تلخی سی یکسر حال شیرین
کہ ڈالا اوسنی جب گہوڑا اگاڑی
تو سمجہا ہی کہین ہم سب پچہاڑی
ہوئی درماندہ آخر سبکی رہوار
نشان اوس بت کا پایا نہ زنہار
سنا بانو نی جب شیرین کا احوال
سراسیمہ ہوئی اور غمسی پامال
کیا حسرت سی اپنا پیرہن چاک
کہا پہر یہہ سخن با چشم نمناک
کہ ای شیرین یہ تجہکو کیا سمائی
محبت کس لئی دل سی اوٹہائی
کہان سرگشتہ تو ای میری جان ہی
کہان شبدیز ہی اور تو کہان ہی

رہی قائم تو اوسکی پشت زین پر — پیادہ پا ہوئی روی زمین پر
جدا ہو کر کی صد افسوس نالے — ہوئی دمساز اب غیرونسی جا کے
رہی اس طورسی گریان سحر تک — دل غمگین مین کیا کیا لائی شک وہ
ہوئی جب دم خبر یہہ سب بجا ہر — ہوئی سردار لشکر آکی حاضر
کیا یون عرض گر یہہ حکم پائین — پتا جا کر کہین اوسکا لگائین
کیا بانو نی ہرگز کچھ نہ ارشاد — کہ یہہ خواب ایک شب کا تھا اوسی یاد
کہ گویا ہاتھہ پر بیٹھا ہی اک باز — کیا پھر دفعتہ ہاتھون سی پرواز
ہوئی حسرت مین اوسکی جبکہ بیخود — تو وہ آکر کی بیٹھا پھر بدستور
جو پھر بیٹھا تھا آکر خواب مین باز — تجسس سی رہی شیرین کی وہ باز
لگی کہنی کہ ہی یہہ کار دشوار — کہ ہین یہان جتنی گھوڑی تیز رفتار
جو مثل باد بھی ہووین سبک خیز — نہین ممکن کہ پائین گرد شبدیز
گیا جب مرغ ہاتھونسی نکل کر — تو ہاتھہ آنا ہی مشکل پاؤن چلکر
علاوہ اوسکی یہہ ظاہر نہین ہی — کہ کس جانب گئی وہ نازنین ہی
یہ بہتر ہی رہون چندی شکیبا — وہ شاید خود دکھائی روی زیبا
نہ پھر یاد رہی وہ چھوڑ دی گی — اگر جیتی رہی گی آملیگی
رہا خاموش لشکر سنکی سارا — بجز فرمانبری کی کیا تھا چارہ
اودہر شیرین سوار پشت شبدیز — صبا آسا اڑان تھی سوی پرویز
وہ باشکل غلامان پریوش — کہی تھی زیب بر پوشاک دلکش
شتابان وہ بدہ صحرا بصحرا — لگاتی تھی پتا اوس گلکا جا جا
اوسی تھا خوف نامحرم جو ہر گاہ — سمجھتی تھی نہ کچھ وہ راہ بیراہ
نکرتی تھی کسی منزل مین آرام — تگاپوسی مگر تھا راتدن کام
اسی صورت سی وہ ماہ دل افروز — رہی بس گرم رو تا چاردہ روز
بڑہا تھا سوز دل رنج و الم سی — لگی گھٹنی مثال بدر غم سی
ہوئی اک صبح پھر جب دم نمایان — ملا اک مرغزار سبز و ریان
نظر آیا وہان اک چشمہ صاف — بسان آب گوہر صاف شفاف
وہ آب چشمہ تھا ایسا درخشان — چھپا ظلمت مین جس سی آب حیوان
وہ رنج رہ سی از بس خستہ تن تھی — غبار آلودہ وہ رشک چمن تھی
نتھا مردم کوئی چشمی کی اوپر — لگی گھوڑی کو ٹہلانی وہ دلبر
اوتر کر اسپ کو باندہا شجر سی — جدا پوشاک کی پھر اپنی بر سی
جو پہنی چادر نیلی بدن پر — عیان تھا رنگ سوسن کا سمن پر
گئی چشمی کی اندر پھر شتابی — ہوا اوس مہ کا منزل برج آبی
حباب چشمہ شکل چشم بنکر — ہوئی مشتاق نظارہ سراسر
لبون سی موجکی چشمی نی حاصل — کیا بوسہ اوسکا ہو کی مائل
پڑا جب عکس انگشت نگارین — ہوئین سب مچھلیان چشمی کی رنگین
نہائی جبکہ اوس چشمی مین گلرو — گلاب آسا ہوا وہ آب خوشبو
وہ رشک حور جو تھی پانی کی اندر — وہ چشمہ تھا مثال چشمہ خور
جو کھولی اوسنی گیسوی سیہ تاب — بنی عاشق کو حلقی اوسکی گرداب
بت سیمین بدن کی شست و شو کی — تمنا تھی یہ خورشید کو بھی
رہی پانی مین یون مشغول بازی — تو کی آخر فلک نی کارسازی

خوف پدر سی خسرو کا فرار ہونا اور دلبر سی جا ملنا

پلا ساقی مجھی اک اور ساغر — خبر عاشق کی اب لاؤن مین جا کر
یہ کہتا ہی وہ داناے سخنور — بیان یہہ داستان کی جسنی یکسر
کہ خسرو شاہ نی شاپور دانا — کیا جس دم سوی ارمن روانہ
زبس تھا انتظار اوسکا شب و روز — کہ کب دی مژدہ یار دل افروز
عدو خسرو کا اون روزون تھا ایک — عداوت سی کیا فتنہ بپا ایک
کیا تجویز نقش فتنہ انگیز — درم پر کر منقش نام پرویز
کیا رائج ہر اک کشور مین اوسکو — کہ تا خسرو سی ہرمز بدگمان ہو
ہوا ہرمز جو واقف اس چلن سی — تو گویا کہن لگا سینی پہ اوسکی
کہا اسنی نیا سکہ چلایا — ہماری بات مین بٹہ لگایا
لٹاتا رہی ندا ریسی وہ چند — کرون اب گنج کی صورت اسی بند
بزرگ امید کو اسکی خبر تھی — تو اوسنی جا کی خسرو کو خبر کی
کہا گرچہ یہی تو شہ کا جگر بند — مگر سمجھو کریگا وہ نظر بند
بدی پر ہی طبیعت جسکہ مائل — ہوئی پیر مین اوسکی عقل زائل
نکل جائی کسی جانب جو یہان سی — تو امین ہو بلای ناگہان سی

سنا خسرو نی یہہ احوال جس دم
ہوا خوف پدر سی سخت پر غم

کہ کل ہی عزم میرا سوی نخچیر
رہا کرتا ہوں یہاں سخت دلگیر

اوتارو تم اوسی با عزت و جاہ
کواکب تم ہو سب اور وہ ماہ

تو ہمراہی میں ہنا اوسکی تم سب
اطاعت کیجیو ہر روز و ہر شب

جو تہا عشق اوسکا صادق بتانے
عیان الہام غیبی تہا زبانے

جو خوف شاہ سی پر درد تہا دل
تو دو منزل کو کرتا ایک منزل

ہوئی درماندہ اسپان سبک خیز
ہوا خسرو وہان بس حسرت انگیز

یہہ کہکر آپ پہر سب سی جدا ہو
بسوی مرغزار آیا وہ خوشخو

دکہاتا تہا وہ چالاکی سراسر
قدم رکہتا تہا اک جا نہیں پر

اور اوسمین وہ سراپا ناز دلجو
نظر آئی تہی اک سرو لب جو

وہ دلبر تہی جو اوس پانی مین پنہان
نظر آتی حباب آسا وہ پستان

جو کہولی اوسنی تہی لٹ گرہ گیر
ہوئی خسرو کی پاؤنکی وہ زنجیر

لگا کہنی وہ دل سی کہینچکر آہ
عجب ہی حسن کی تاثیر واللہ

یہی کہتا تہا وہ کیا خوب ہوتا
جو مین ہاتہون سی اسکی پاؤن دہوتا

ولی اس بات سی تہا کچہہ نہ آگاہ
کہ اوتری گی مری منزل مین یہہ ماہ

جو شیرین پر مرا ہی عشق صادق
نہ ہوگا مین کسی دلبر پہ عاشق

مگر پہر بہی خلاف عقل یہہ بات
کہ شیرین سلطنت کی ہی مرآت

پڑی اوس دلربا پر کیا تباہی
ہوئی تنہا جو یون جنگل کو راہی

غرض دل سی یہ شہ کی گفتگو تہی
بدل حال صنم کی جستجو تہی

ہٹا جب لٹ کا ابر سیہ تاب
نکل آیا وہ روی رشک مہتاب

رخ روشن ہی مثل مہر تابان
کہ پرتو ہی اوسکا ماہ کنعان

سوا اسکی نہ چارہ اور دیکہا
کہ چہوڑا رخ پہ پردہ گیسوؤنکا

مگر دیکہا کہ اب وہ نارپستان
خجالت سی ہوئی سر در گریبان

نہ کیونکر یہ دلبر مجہسی محجوب
کہ محجوبی ہی عین حسن محبوب

غرض اس طور سمجہاتا ہوا دل
چلا وہ اور جانب نیم بسمل

پہن پوشاک کر شبدیز پر زین
چلی اوٹہ چشمہ شیرین سی شیرین

عجب یہہ شان و شوکت کا جوان ہی
کہ عاشق اسکی رخ پر مہربان ہی

شبستان مین گیا اپنی وہ فی الحال
کہا سب ماہرویون سی یہ احوال

اگر آئی کوئی یہان از شبستان
شبستان کو کری رشک گلستان

اگر وہ ہو گی اس خلوت سی دلتنگ
کری صحرا کی جانب اپنا آہنگ

پسند آئی جو اوسکو کوئی گلشن
بنا دینا وہین پر اوسکا مسکن

یہہ کہکر وہان سی با خیل غلامان
ہوا خسرو سوی ارمن شتابان

وہ جا پہونچا اوسی جا راہ طی کر
کہ جس منزل مین تہی وہ ماہ پیکر

غلامون سی کہا اوسنی کہ تم سب
ذرا گہوڑونکو ٹہلاؤ یہان اب

نظر آیا وہ شبدیز سیہ رنگ
شب دیجور ہی جس سی تہی تنگ

ہوا سبزی مین خسرو جب شتابان
نظر آیا یہ چشمہ مثل حیوان

نظر آتا تہا عریان جسم شفاف
بندہی اک چادر نیلی تہی تا ناف

نمایان یون تہی رخ پر قطرہ آب
کہ تابندہ ہون اختر گرد مہتاب

زبس تہی اوسکی دل مین الفت افزون
ہوا اوس رشک لیلی پر وہ مجنون

ابہی تہا ایک ہی دلبر کا طالب
ہوا غم دوسری کا دل پہ غالب

نہین جاہ و حشم اوسکا ہی تہوڑا
ملی جسکو یہ جوڑا اور گہوڑا

کبہی کہتا یہ کیسا ماجرا ہی
کہ اس بت پر مرا دل مبتلا ہی

نشان شاپور نی جو کچہہ بتایا
سوا اس معشوق اور گہوڑی مین پایا

مصاحب اوسکی صدہا ہین دلارام
نہین جز عیش و عشرت دوسرا کام

کہون کیونکر دلا وہ جان جان ہی
کہان وہ دلربا اور تو کہان ہی

نگاہ شاہ سی شیرین تہی غافل
کہ رخ پر تہی نقاب زلف حائل

نظر کی اوسنی جسدم آنکہہ اوٹہا کر
تو دیکہا اک جوان رشک صنوبر

ہوئی بس شرم سی لرزان بیتاب
کہ جیون پانی مین لہراتا ہی مہتاب

ہوئی اوسدم نگاہ مست جانان
دل خسرو کو مثل تیغ بران

تو سمجہا خاطر جانان پہ ہون بار
نہین منظور بار خاطر یار

اگر ہی صید وحشی یہ دلارام
کرو نگاہ دام فکرت سی اسی رام

ہوا چشمی سی خسرو جبکہ کچہہ دور
نکل پانی سی وہ سرمایہ نور

یہی کہتی تہی اپنی دل مین ہر بار
کہ پیش آیا ہی کیا یہہ امر دشوار

نہین یہہ جاہ ہرگز میرا دلدار
تو پہر آگین ہی کیون میرا دل زار

جو اوس تصویر مین دیکہی نشان ہین / سو وہ سب اوسکے چہرے سی عیان ہین
کہا شاپور نی تہا ایکباری / کہ ہی پوشاک اوسکی سرخ ساری

بہت تشویش اوسنی اسطرح کی / نہ اوس سی ار سی پر آگہی تہی
کہ شاہونکی بہت ہوتے ہین بدخواہ / بدلتی اسلئی ہین جامۂ راہ

غرض مرضی تہی یون اوس دلستان کی / کہ قربت ہووے اوس غنچہ دہن کی
لگی پہر دلسی کہنی وہ بصد درد / مبادا اور ہی ہو یہہ جوانمرد

یہ کہکر کردیا گہوڑی کو سرپٹ / کسی نی بہی نہ پائی اوسکی آہٹ
ہوئی پنہان نظر سی بغیرت حور / اوڑا وہ اسپ کی مثل کافور

پس یک لحظہ خسرو نی نظر کی / نہ دیکہی شکل پر اوس سیمبر کی
کیا کتنا ہی جولان اپنا رہوار / قدم کا بہی نشان پایا نہ زنہار

جو تہا اوس بحر خوبی پر مائل / تڑپتا تہا برنگ ماہی دل
یہ کہتا تہا تعجب مین کہ اے وای / گیا کس طور محبوب دل آرای

کبہی تہا ڈہونڈہتا ہر اک چمن کو / کہ سبزی مین وہ شاید گلبدن ہو
کبہی پرسان تہا لالی سی وہ خوش خو / نشان تو کہتا ہی اوس گلرخ سی کچہہ تو

کبہی چشمی کو یہہ جا کر سنایا / کہان اوس بحر خوبی کو چہپایا
کبہی ہر ایک ماہی سی یہ کہتا / کہ اوس مہ کو کہین تمنی ہی دیکہا

کبہی کہتا فلک سی ملکی وہ ہاتہہ / کیا کیا شعبدہ تونی مری ساتہہ
یہ کیا تونی سجائی باغ شادی / دکہایا مجہکو دشت نامرادی

نہین معلوم بیداری تہی یا خواب / کہ دیکہا مینی وہ ماہ جہانتاب
کبہی کہتا کہ ہی تقصیر میری / عبث مینی نظر اوس بت سے پہیری

جو مشغول اور جانب مین نہ ہوتا / تو دولت ایسی کیون ہاتہون سی کہوتا
مگر ابلیس سا تہا مجہکو گہیرا / جو یون منہہ اوس بہشتی حور سی پہیرا

سنا اس غم نہ کیون دلپر ہے ہائے / جو پہونچی شاخ تک اور پہل نہ کہائے
ہوئی حسرت مجہی بہی اوسکی معلوم / سکندر جو ہوا حیوان سی محروم

غضب ہی جو لب کوثر پہ پہونچکر / کری تشنہ نہ اوس سی اپنی لب تر
کہون حسرت مین اپنی کسکی آگی / کہ خود مین سو گیا جب بخت جاگی

پڑا پس خاک پر حسرت سی مدہوش / رہا کچہہ دیر تک آخر کو ہوش
وہ دلسی کہینچتا تہا آہ و نالے / دو چشم زار گویا دو تہی نالے

کہا پہر دلسی با صد رنج و افسوس / عبث تو تا ہی اس صورت سی مایوس
حقیقت مین جو پنہان تہا وہ دلبر / تو مل جائیگا آخر پہر کہین پر

اگر کوئی پری تہی یہہ ستمگار / تو ہاتہہ آنا تہا اوسکا سخت دشوار
سلیمان گر کبہی ہوتا مرا نام / تو البتہ پری ہوتی مری رام

مناسب ہی کہ رکہون دلمین یہہ راز / کروں اب منزل مقصد کو پرواز
غرض کرکی ہزارون نالہ و آہ / شہ خسرو نی پہر ارمن کی لی راہ

مدائن مین شیرین کا جانا اور خلوت سرای خسرو مین آرام پانا

ہوئی شیرین جو چشمی سی روانہ / کیا تہا ترک سب عیش زمانہ

ہر اک سی پوچہتی درگاہ پرویز / ہوئی داخل مداین مین جلوریز
وہ پہونچی جا اوسی خلوت سرا مین / جہان خسرو کی تہین صدہا صنمین

خبر آمد کی اوسکی سب نی پائی / تو استقبال کو ہر ایک آئی
وہ اوتری وہان آئین عروسی / خوشی سی کی ملاقات اون بتونکی

بتون نی دیکہکر سیمای شیرین / چبائی رشک سی لبہای شیرین
ولی خسرو نی دی تہی جو اجازت / مطابق اوسکی تہین مشغول خدمت

کنیزون کیطرح حاضر تہین ہر دم / نہ سمجہین کچہہ وہ خسرو اوسی سی کم
لگین پہر پوچہنی شیرین سی وہ سب / کہ تیرا نام کیا ہی ای شکر لب

ہوا تشریف لانا یہان کدہر سے / کر اب واقف ہمین بہی اس خبر سے
اوسی منظور تہا پرہیز سب سے / کئی ہر اک طرح کی اوسنی حیلے

کہا افسانہ ہی یہہ سخت دشوار / جو خسرو آئی تو اسکا ہو اظہار
ولی اس اسپ کی کیجو حفاظت / بہت ہین گنج اس گہوڑی کی قیمت

ہوئی شاکر شکر شیرین جو اسطور / تو مسند پر بٹہایا سب نی فی الفور
تن گلگون کو آب گل سی دہویا / وہ رنج راہ اوسکی تن سی کہویا

جہان تہی گلہ ہای شاہ پرویز / وہان لیجاکی باندہا اسپ شبدیز
پہنائی قیمتی پوشاک لاکر / جڑی تہی جسمین تہی یکسر لعل و گوہر

شیرین کا مکان سنگین مین رہنا اور رنج و غم سہنا

بامید وصال یار دلسوز / رہی آسودہ وہ ماہ دل افروز

ہوئی شیرین کو جب معلوم یہ بات
کیا نخچیر کا اوسنی بہانہ
ہوا پیدا پھر اوسکی دلمین اک درد
وہ روزانہ الم مین مبتلا تھی
شگفتہ یہان نہین ہی کوئی گلزار
لگی کہنی یہ اوس سی ہر پری رو
کہ آتی دلربا کوئی جو یہان پر
کہا شیرین نی ہوکر شاد و خرم
کہا ایسی جگہہ کوئی مگر ہو
دیا بعد اوسکی اتنا گنج و گوہر
غرض تجویز کی اک جای دلگیر
کیا طیار اوسنی وہ مکان جب
جو دیکھی اوسنی اپنی گردش بخت
بمجبوری لگی رہنی وہ دلدار
چلا آگی جو اوس چشمی سی خسرو
غم ہجران سی کہ آشفتہ جان تھا
اوسی بت کی جو پھر ہوئی ملاقات
خوشی سی خدمت خسرو مین آئی
ہوئین مطبوع خاطر وہ گل اندام
مہین بانو بھی سنتی ہی یہ احوال
غلامان و کنیزان پری رو
یہ فرمایا کہ تیرا میہمان ہون
دعا و مدح وہ لائی زبان پر
غرض اک ہفتہ پھر خسرو کی آگی
یہان بربع ہی شہر فرحت انباز
وہان تشریف فرمائی ہی جب وہ
شہ خسرو ہوا با ساز و سامان

مفصل تب کہی ظاہر حقیقت
ہوا ارمن کو وہ یہانسی روانہ
لگی دلسی وہ آہین کھینچنی سرد
ہر اک شب وہ سپہ گویا اک بلا تھی
مبادا چشم نرگس ہون بیمار
کہ ای رشک مہ و خورشید رو تو
سمجھیو اوسکو تم جانسی فزون تر
کرو تعمیل حکم شاہ باہم
ہوا دوزخ سی جسکی گرم تر ہو
حساب عقل سی جو تھا فزون تر
جو ان کو جو کہ ہفتی مین کری طی
تو پہونچا آئین شیرین کو وہان سب
تو سمجھی دلمین وہ سنگ آمد و سخت

کہ کچھ رنجیدہ ہو شہزادہ گھر سی
تو سمجھی تھا وہی پاکیزہ گردا
وہ خانہ طوطی دل کو قفس تھا
صبوری کرکی چندی ہوئی مجبور
جو سنکر مین رہی کا سرانجام
گیا جسدم یہانسی شاہ خسرو
کہی جس جا بنا دینا مکان ایک
پری پیرو رشک سی تھین جو کہ بیزار
بنا اک قصر سنگین اوس جگہہ پر
ہوا معمار خوش دولت کو پاکر
وہانپر قصر سنگین اک بنایا
جو دیکھا جاکی اوس سنگین سرا کو
وہ عارض جو کہ تھی مثل گل تر زرد

خسرو کا موقائین جانا اور مہین بانو کا استقبال کو آنا

ہر اک صورتسی سمجھاتا تھا دلکو
امید وصل سی کہ شادمان تھا
تو سمجھون جذبہ دلکی کرامات
بہت نذر و تحائف ساتھہ لائی
کیا خسرو نی روز چند آرام
چلی بس خدمت خسرو مین اجلال
کہی حاضر حضور شاہ نیکخو
مبادا تیری خاطر پر گران ہو
کہ ای شہزادہ فرخندہ اختر
تحائف دوسری بھیجی ہر طرح کی
مہیا ہی یہان عشرت کا سب ساز
اب اوس جا بادہ پیمائی ہی احباب
وہانسی جانب بربع شتابان

چلا جاتا تھا وہ منزل بمنزل
یہ کہتا تھا وہ اپنی دلسی ہر دم
بلاد کوہ پر پہونچا وہ جسدم
زر و گوہر غلام و اسپ زیبا
گذر وہانسی کیا پھر سوی موقان
ہزاران اشتر شایستہ رہوار
اور اکی خدمت شاہ زمانہ
جو یہ لطف و کرم بانو نی پایا
ہمایون بخت اپنا یعنی پایا
ہوئی خدمت مین حاضر پھر وہ اک
نہایت گرم سیر اوس جا ہوا تھی
کہا خسرو نی ہوکر شاد و مسرور
ہوئی خیمی ہر اک جانب مین برپا

گریزان ہوگیا خوف پدر سی
جو تھا چشمی پہ میرا محو دیدار
مثال زاغ ہر اک ہمنفس تھا
لگی کہنی وہ سب سی غیرت حور
تو ہو آہوی دل کو میری آرام
دیا تھا اسطرح جس حکم مجکو
رہی خوشنود تا وہ دلبر نیک
بلایا سب نی ملکر ایک معمار
جو کچھ چاہی سو ہمسی طلب کر
بہت کی جستجو پھر اوسنی جاکر
کہ دوزخ نی بھی جس سی داغ کھایا
کیا اوس بت نی یاد اوس دم خدا کو
ہوئی غمسی مثال زعفران زرد
غم خسرو بنایا اپنا غمخوار
سموم عشق سی پژمردہ تھا دل
اوٹھاتی عشق مین بیٹھی بہت غم
چلی جاکر وہانکی سنگ باہم
پری رویان گلچہرہ دل آرا
گیا موقانسی پھر وہ سوی خزران
زر و گوہر خزاین سی گرانبار تمام
کیا شہ نی بھی لطف خسروانہ
تو اپنی سر کو سجدی مین جھکایا
کہ سمجھا شاہزادہ گھر یہ آیا
لگی کہنی کہ ای پاکیزہ گوہر
زمستان مین یہ جا عشرت فزا ہی
کہ ہی خواہش یہ تیری مجھکو منظور
ہوئی عشرت گزین ہر دم ہر اک جا

مہین بانو بہی خدمت میں شب و روز
درخشان تہی جو اک شب غیرت روز
شہنشہ نے یہ تہا جلوہ دکہایا
مصاحب جو کہ تہی خسرو کی دمساز
وہ رقصان تہا جو جبل با ہر دو پا کن
کہ شاہا در پہ حاضر ہی وہ شاپور
بلا لی جاو دانی ہی یہ و لکو
مصاحب شہ کی جتنی تہی وہ آئے
نوازش سی کیا شہ نی سرافراز
لگا کہنی کہ کہہ ای میری غمخوار
جو گذرا تہا کہا احوال سارا
طبیعت اوسکی مشکل شہ پہ آیا
یقین جانا کہ بیشک تہی وہ دلبر
نہ ہوتا گر وطن سی اپنی مین دور
نہ جا سکتا ہوں وہان جو ف پدر سے
شہ خسرو جو اک غنچہ جوان تہا
پیا کرتا شراب ارغوانی
غرض چلتا تہا اکدن یہ ہی ساغر
کہ سنتا ہوں تجہی سی وحشت اور در
وطن سی ہیر اک قاصد ہی آیا
روانہ کر کی کوئی پیک ہشیار
مہین بانو نی یہہ قصہ کیا گوش
رہا کرتی ہوں مین اس غم سی پامال
دیا بوسہ یہ کہکر تخت شہ پر
رہونگی عمر بہر ممنون تیری
کہ ہی یہان ایک گہوڑا نام گلگون
تو خسرو نی وہی گہوڑا منگا کر

بجان و دل ہا کرتی تھی اوسپر

بیان خسرو کی بزم پرنور کا اور حاضر ہونا شاپور کا

شعاع خور کی جس سے داغ کہایا
وہ تہی شعر و سخن سی نغمہ پرداز
خوشی سی سب مبارکباد گویان
یہان آئی اگر ہو شہ کو منظور
اگر کوئی کسیکا منتظر ہو
بہت شاپور کو عزت سی لائے
کہ خسرو کا وہی تہا ایک ہمراز
مفصل اب نوید حال دلدار
دکہا نا کہینچکر شکلین سہ بارہ
شبستان شہی مین وسکا جانا
نہائی تہی جو اوس چشمی کی اندر
تو ہوتا وصل سی شیرین کے مسرور
نہ رہ سکتا ہوں شوق سیر سے

اگرچہ شہ کو وہاں عیش و طرب تھا
بلند آواز تہا چنگ و چغانہ
پری پوش ساقیان ماہ پیکر
کہ اتنی مین کسی خادم نی آکر
سنی شاپور کی آمد جو شہ نی
یہ چاہا اوسکو لانی پ جا کر
حضور شہ وہ دانا جبکہ آیا
بٹہا کر اوسکو پہر خسرو نی حالی
وہ پہلی تو دعا لایا زبان پہ
بنا کر شکل اپنی برہمن کی
کہا خسرو سی اوسنی جب یہ احوال
لگا کہنی یہ دل سی کہینچکر آہ
بہلا کیا صبر ہو عاشق کی دلکو
غرض سوچا کہ پہر شاپور جائے

مگر شیرین کا غم ہر روز و شب تھا
وہ خسرو تخت پر تہا جلوہ افروز
لب مطرب پہ نغمہ تہا روانہ
حضور شاہ لائین پہر کی ساغر
کیا یون عرض شہ سی جہکا کر
لگی بس جوش دل سی اشک بہنی
ہوا اور اب شہی مانع وہانپر
ادب سی سامنی سر کو جہکایا
کیا خرگاہ کو غیرون سی خالی
کہ سایہ ہو ترا دائم جہان پہ
جو کی تلقین تہی اوسنی گل بدن کی
دل خسرو ہوا حیرت سی پامال
کہ اوس نی کیا دکہائی چرخ نی رات
کہ گہر مین یار ہو اور وہ جدا ہو

خبر شیرین سے بانو کی یو انگی و شاپور کی روانگی

پسر شاہ سی کرتا زندگانی
مہین بانو ہوئی موجود آکر
گئی یہانسی جو عزم صید کر کر
پتا اوسنی کہین شاہدہی پایا
بلا دو نگا تری وہ دخت دلدار
ہوئی فرط الم سی بس وہ بیہوش
نہین معلوم کیا اوسکا ہی احوال
دعا دینی لگی سر کو جہکا کر
ہوا آنا تر اقسمت سی میری
سوار یکو مین اوس جا تا گئے صید وہ دن
کیا شاپور کو رخصت بلا کر

خدا نی دہی وسی رنگین طبیعت
ہوا پہر ہر طرح کا ذکر آغاز
دکہائی سرکشی توسن نے اوسکی
رہونگا مین یہان چند اور
خوشی سی تو پیا کر پہر گہڑی می
کہا ایسی کہان ہی میری قسمت
جو کوئی اوسکو پہر لا کر دکہائی
کہ ہر دم ترا اقبال یاور
روانہ جب ہی قاصد کوئی شاہ
اگر کچھہ ہی ہی اک یاد پاہی
چلا وہانسی وطن کرتا ہوا راہ

مداین سی یہان شیرین کو لائے
جوان ایسا کہ یکتا ہی جہان تہا
بپا وہ جشن کی رکہتا تہا صحبت
لگا شہ پوچہنی شکر کی دمساز
اوڑا وہ لیگیا اوسکو وہانسے
تو ایسا پہر نکالو نکا کوئی طور
نہین مطلق کچہہ اندیشی کی جا ہی
جو پہر دیدار سی اوسکی ہو راحت
تن مردہ کو گویا پہر جلائی
رہی قائم ترا یہ تخت و افسر
کری مجہکو سبہی دل سی دم وسن گاہ
کہ اوس شبدیز کا ہمتا نگ ہا ہی
مداین مین وہ پہونچا بعد یکماہ

کبھی باتیں ہوئیں اونکی ترکش تیر ۔ وہ دونوں ہوگئی آپس مین نخچیر
طریقے عشق کے دل نے دکھائے ۔ نشان دونون نے باہم سے آپائے
جو تھی راہ سخن کو سخت دوری ۔ تو کی دو چار باتوں پر صبوری
کہا دونوں یہ ہیں معشوق و شیدا ۔ مہ و خور یا ہوئی یکجا ہیں پیدا
بہت نزدیک یہاں سے ہے سرا ۔ بنایا ہے مکان اک میں دلخواہ
کہا شہ نے جو مہمان تو نے جانا ۔ تو سر کے بل مجھے لازم ہے جانا
کنیزک خدمت بانو میں بھیجی ۔ خبر مہمانی شہ کی اوسے دی
گئی دونوں جہاں پر تھی وہ دلبر ۔ زر و گوہر لٹاتی اونکی سر پر
چمن تھا اوس میں رشک باغ رضوان ۔ ہوس کرتی تھی جسکی حور و غلمان
کیا پھر پیشکش اتنا خزانا ۔ کہ مشکل تھا حساب اوسکا لگانا

نہ شیرین سے جدا ہوتا تھا پرویز ۔ نہ گلگون سے گذر کرتا تھا شبدیز
جو آئی نام آپس میں زبان پر ۔ لگی اک چوٹ سے دونوں کی جان پر
غلامان و کنیزک جو تھی ہمراہ ۔ ہوئی حالت سے انکی سب وہ آگاہ
کہا شیرین نے شہ سے اے خداوند ۔ کہ اب ہے دل مرا یون آرزو مند
چلی گر شہ ز راہ دلنوازی ۔ تو حاصل مجھکو ہے ہو سرفرازی
ہوئی مقبول شہ کو میہمانی ۔ ہوئی شیرین کو حاصل شادمانی
ہوئی بانو جو اس حالت سے آگاہ ۔ تو سب اسباب عشرت لیکے ہمراہ
اوتارا جاکے پھر اسکا مکانمین ۔ کہ ثانی تھا نہیں جسکا جہانمین
مہین بانو زروئے عذر خواہی ۔ تحائف بھیجی بارسم شاہی
رہا شہ کو رعایت کا نہ کچھ غم ۔ مگر تھا عشق شیرین دلمین ہر دم

مہین بانو کا شیرین سے سوگند لینا اور نصیحت دینا

مہین بانو تھی دانائے زمانا ۔ جو عشق خسرو و شیرین کو جانا

یہ تھا اندیشہ اوسکے دلمین ہر دم ۔ خس و آتش رہیں کس طور باہم
سپہر دلبری کی ماہ ہے تو ۔ تمنا ہے دل ہر شاہ ہے تو
فلک کی کجروی سے بیخطر ہے ۔ جہاں کی نیک و بد سے بیخبر ہے
تری شادی کی اب ہے فکر دن رات ۔ مقرر وقت پر لیکن ہے ہر بات
تو رکھہ خاطر میں میری یہہ نصیحت ۔ مبادا ہو نہ آخر کو فضیحت
کہ اوسکے خلق میں ہوکر کے دلشاد ۔ کرے باغ جوانی مفت برباد
زبانی سبکی اب سنتی یہ ہوں میں ۔ کہ اسکی دس ہزار ایسی محل ہیں
ہوا اونہیں کسیکا بھی نہ پابند ۔ رہیگا تیرا کیونکر آرزو مند
نہیں کچھ ہمکو اوس سے کمتری ہے ۔ کہ اقبال و حشم میں ہمسری ہے
اوسی ثابت قدم جب تک نہ پانا ۔ تو مردانہ صفت عفت بچانا
رقیبان مداین کی جو تھی یاد ۔ ہوئی ماں کی نصیحت سے بہت شاد
لگی کہنے رہوں گر جان سے مفتون ۔ روان ہو اشک کی بدلی اگر خون
سنی بانو نے جب شیرین کی سوگند ۔ علاوہ اسکی پایا اوسکو خرسند
اجازت دی کہ اب چاہے جہاں تو ۔ ملکزادی کی سنگ آگی شادمان ہو
کہار کہنا نہ شیرین کو اکیلا ۔ جہاں بیٹھی تہان کہنا جھمیلا
بعزم صید سب ہو کر کی طیار ۔ ہوئیں مردانہ وش گھوڑوں پہ اسوار

کہا شیرین سے سن اے ماہ کامل ۔ کہ تو ہے نور چشم و قوت دل
نہیں گوہر ترا الماس دیدہ ۔ نہ تیرا جسم ہے محنت کشیدہ
فلک کرتا ہے پیوستہ نیا دور ۔ نہیں ہر گز زمانے کا ہے اک طور
یہ شہزادہ ہوا تجھپر جو شیدا ۔ ہوس تیری ہے دلمین گر ہے پیدا
اگرچہ لاکھ ہو وہ ناشکیبا ۔ نہیں لیکن تجھے یہہ بات زیبا
مبادا باغ تیرا کرکے تاراج ۔ بنا ہے اور گل کو سر کا وہ تاج
کہ ہر اک حسن میں ہے غیرت حور ۔ شبستان جنکی طلعت سے ہے پر نور
ہزار اسکی ہیں عہد نیکنامی ۔ ترا طالب ہے وہ دُرّ گرامی
کریں منظور ہم یہہ بات یکسر ۔ جو سمجھے تجھکو مہ اور انکو اختر
ہوئی برجا جب شیرین کے تب ہوش ۔ ہوئی یہہ پند بانو کو ہمہ گوش
تو ہفت اورنگ کی سوگند کہا کر ۔ کتاب حق کو پھر آگے منگا کر
کرینگا عہد واثق گر نہ پرویز ۔ کروں اس بات میں میں اوس سے پرہیز
تو جانا پھر کہ اب یہہ ماہ پیکر ۔ نہ پھیرے گی نصیحت سے مری سر
نگہبانی کو پھر ہفتاد دختر ۔ ہوئیں شیرین کی خدمت میں مقرر
سحر گہ ہو گئی سب ہمراہ شیرین ۔ سبھی برمین کر پوشاک رنگین
وہ سب جرات میں مثل شیرزادہ ۔ ہنر میں تھیں نہ شہزادی سے زیادہ

ہوئین موجود بزم شہ مین اکثر
کیا مجرا ہر اک نی سر جہکا کر

ہوئی خسرو کو حیرت ان بتون سی
کہ مردونکی طرح ہین جلوہ انکی

سجا طرار انکی خسرو کی طیار
ہوا اسوار منگوا کر کی رہوار

ہوا خسرو سوی میدان وہ آخر
گئین ہمرہ وہ آشوب زمانہ

جانا خسرو شیرین کا جانب میدان اور شغل گوی چوگان

جو دیکہا شہ نی سینہ شوخ بیباک
ہنر مین پہلوانی کی ہین چالاک

کہا شیرین سی سن اے ماہ تابان
کہ اب آغاز شغل گوی چوگان

ہوا جب گوی بازی کا انہین شغل
جدا ہر سمت دونوں کی ہوئی خیل

ہوئین شیرین کی جانب سب سمن بو
طرف شہ کی غلامان پریرو

ہوئی آغاز اوس جا گوی بازی
لگی کرنی پری رو ترکتازی

وہ دونو گوی پر جو تیز دو تہی
مہ و خورشید بہی انکی گرو تہی

دوان تہی گوی پر اک ایک ہی ساتہ
کبہی خسرو کبہی شیرین کی تہا ہاتہ

ہوئی اس شغل سی فارغ وہ جسدم
لگی پہر سیر میدان کرنی باہم

کیا گہوڑونکو وہانسی گرد میدان
ہوئی صید دل دونونکی جولان

وہ صید افگن ہی دن بہر دلارام
نمایان ہو گئی آخر کو پہر شام

ہوا جب شیر مہر چرخ پنہان
تو نکلا آہوی ماہ درخشان

ہوئی سب گہر کی جانب کو روانہ
گئی گہر کو وہ آشوب زمانہ

سحر کہ سبکی سب وہ مہ تمثال
پہر آئین خدمت خسرو مین خوش حال

وہانسی کی وہی میدانکی تدبیر
کیا میدان مین جاکر شغل نخچیر

اسی صورت سی دونون نی کئی ماہ
بسر کی شوق سی وہ صحبت شاہ

نہ کی صحبت کوئی ایسی گوارا
جو ہوتا حرف مطلب کا اشارا

وہ شہ رہتا تہا فرصت کا طلبگار
برآئی تا کہ شیرین سی کوئی کار

ولی ملتا نتہا فرصت کا ہنگام
کہ کرتی تہی توقف وہ دلارام

چلی جاتی جو شیرین شام سی گہر
بسر تلخی سی ہوتی شہ کی شب بہر

چلی میدان سی شیرین جبکہ اک روز
کہا خسرو نی اے ماہ دل افروز

شکار و سیر مین گذری ہی اوقات
ملی عشرت نہ ہمکو ایک دن رات

سحر سی کل جو تمکو بھی ہو منظور
رہین ہم تم بہی عشرت سی مسرور

کہا شیرین نی شہ سی جسمین ہو شادان
وہی منظور ہی ہمکو ہر اک آن

ذکر محفل شاہ نامدار کا اور بیان ارمن کی بہار کا

کیا شیرین نی شہ سی وعدہ کل کا
رہا بیکل وہ ہر شب سی زیادہ

یہ کہتا تہا کہ یا رب کب سحر ہو
جو کل کا روز عشرت سی بسر ہو

رہی بس رات بہر اختر شماری
ہوئی دلکو نہایت بیقراری

جو نکلا چرخ پر مہر درخشان
کیا تب شاہ نی محفل کا سامان

غلامان پریوش چست و چالاک
ہوئی انکو عنایت سرخ پوشاک

شراب جس سی ہر ایک سرمست
ہر اک جانب کہڑی تہی بادہ در دست

ہوئی شیرین بہی آکر جلوہ افروز
لئی ہمراہ گلرویان دلسوز

ہوئی حاضر تمام ارباب عشرت
عیان جن سبکی چہرہ سی تہی فرحت

سوا اسکی وہ میدان طرب خیز
عجب کہتا تہا رنگ عشرت انگیز

وہ نادر سبزہ فیروزہ گون تہا
کہ گردون جسکی آگی سرنگون تہا

زمین گلزار او جوش شقایق
شفق کا رنگ جس سی صبح فائق

شگفتہ چارسو گلہای لالا
کہ جسکی رنگ کا عالم نرالا

بپا ہر سمت سرو جویباری
قد خوبان کو جس سی شرمساری

جو دی سنبل نی اپنی زلف کو تاب
ہوئی سب عنبرین مو دیکہ بیتاب

کسی جانب سی تہی آواز بلبل
کسی جانب سی آتی نکہت گل

جو ہوتی سرو پر قمری نواساز
تو کرتی ہوش ہر عاشق کی پرواز

ہزاران قمریان سرو دلجو
قلندر کی طرح سرگرم کوکو

جہکی پڑتی تہین شاخین بار گل سی
گلا بلبل کا بیٹہا شور و غل سی

ہر اک جانب سی تہی آئی ہوئی مینہ
زبس بیباک و مست و شوخ دیدہ

گری سبزی پہ تہی قطرات شبنم
زمرد مین جڑی یا در تہی باہم

خزان بہولی سی گر اوس جا گذر
تو گلچین ہوکی دامن گل نہی لی

یہ معشوق و عاشق نا شکیبا
کہ تہی ہر جا بجا گلگشت انکو زیبا

خرامان زور شوخی سی تہی اوس چمن مین
ہمیشہ دست شیرین دست شہ مین

کبہی پیتی شراب سرخ و رنگین
کبہی ہوتی کسی گلشن مین گلچین

ہر اک گلشن مین پہرتی تہی وہ سرمست
لب شیرین و شہ پر آہی دہ پیوست

ہوئی آراستہ مجلس لب رود
لگی آنے صدائے بربط و رود

وہ شیریں پان جو شہ کی ہم نفس تھی
طبیعت شاہ کی اوس پہ بس تھی

لب شیریں کی شیرینی مگر تھی
کہ جس سے خشک نی بھی نیشکر تھی

جو دیتی کھول وہ زلف معنبر
وہ سارا دشت ہو جاتا معطر

کبھی گر چاہتی گیسو بنانا
دل صد چاک شہ بنتا تھا شانا

خراماں ناز سے ہوتی وہ خوشخو
تو فرش راہ بنتی چشم خسرو

وہ شیریں بات کرتی شاہ سے جب
تو بوسی کی ہوس میں چاہتا لب

محبت میں یکجا دونو باہم
بسر کرتی تھی شادی سے ہر اک دم

باین قربت تھی شہ کو صبوری
کہ دیکھی منزل مقصود کو دوری

شجاعت شہزادہ دلیر کی اور کیفیت شکار شیر کی

کیا خسرو نے عزم صید اک روز
لئی ہمراہ محبوب دل افروز

ملی ایسا جسے محبوب دلخواہ
تماشا ہر جگہ اوسکو تھی ہر گاہ

عجب کچھ خرم و دلکش وہ جا تھی
نہ سوسن کے سوا کوئی گیا تھی

وہ دونو عاشق و معشوق طناز
لگی عشرت وہاں کرنی بصد ناز

لگی پینے شراب سرخ باہم
ہوائے شوق میں بیٹھی تھی خرم

کہ اک جانب سے آیا ناگہاں شیر
ہوا ہر ایک اپنی جان سے سیر

ہوا وہ حملہ آور آگے جسدم
ہوئی ہیبت سے ساری لوگ برہم

بہت لوگونکو وہاں سے سٹپٹ گئی
طرف شہ کی وہ آیا جست کرکی

اگرچہ شاہ تھا مشغول مستی
ولی کی اوس نے کیا چالاکدستی

نہ ہرگز کچھ سلیح کا وہاں نشان تھا
کسی کی پاس نہ تیر و کماں تھا

نہ لیکن شہ نے ایسا جو اک تیر
تو لی راہ عدم کی اوسنے تب شیر

وہ شیر تند شہ کا تیر کہا کر
گرا جوں گرد بیجاں زمیں پر

بحکم شاہ کاٹا اوسکی سر کو
خوشی حاصل ہوئی ہر اک بشر کو

جو دیکھا یہ طریقہ رزمگہ کا
لیا شیریں نے بوسہ دست شہ کا

جو چوما دست شہ اوس شکر لب نے
تو اوس مستی میں موقع پاکی شہ نے

لیا بوسہ لب شکر شکن کا
کہ شکر کا مزہ حق ہی دہن کا

یہ اول چاشنی شیریں کی پائی
گیا سب بہول دنیا کی مٹہائی

اوسی لذت سے تی حاصل تہی چندان
کہ رہتا تہا وہ ہردم سرخ و خنداں

نگہبانوں کے ڈر سے شہ تھا مجبور
نہ پاتا کبھی اونکو جو کچھ دور

لب شیریں سے کرتا نوش دارو
کبھی پہلو سے کرتا گرم پہلو

کبھی پستان شیریں پر نظر تھی
نظر دزدی پر اوسکو اسقدر تھی

کہ جوں گلشن میں کوئی دزد جائے
بچا کر آنکہ اک پہل توڑ کہائے

وہ خسرو تہا تو بیشک شاہ پرزور
بنا تہا گنج شیریں کا مگر چور

کبھی ہوتا جو شہ مستی سے بیہوش
تو ہوتا اوس پریوش سے ہم آغوش

کنارو بوس سے رہتا فقط شاد
مگر تا حرف مطلب کو کبھی یاد

صفت شب مہتاب اور خسرو کا بیان اضطراب

جو نکلا ایک شب ماہ دل افروز
ہوئی شب روشنی میں غیرت روز

فروزاں نور سے ماہ چاردہ شب
زمیں جس سے عبیر افشاں ہوئی سب

بہر جانب یہ رنگ ماہ چھایا
بساط نور کو گویا بچھایا

بچھا تہا وہاں پہ فرش سنگ مرمر
سراسر چاندنی سے تہا منور

نکوئی فرش تہا اوس سے صفائی
وہی اک چاندنی اوسپر تہی کافی

نہ تاریکی کا اوس شب میں نشان تہا
اگر تہا زلف شیریں پر گماں تہا

زمرد گون جو تہی اوراق اشجار
ہوئی الماس کی پتی وہ یکبار

گماں روز کر مرغان گلشن
ہر اک جانب سے ہوتی تہی نوازن

وہ ٹھنڈی معتدل باد معنبر
چلی آتی تہی ہر جانب سے وہاں پر

یہ تہی تاثیر حال اوس ہوا کو
کہ جس سے پیر کا بھی آئے جوبن

جو ہر جانب سے آتی نکہت گل
تو یاد آتا تہا اوسدم ساغر مل

چلی اس طور جب باد بہاری
ہو عاشق کو کیونکر بیقراری

غرض شیریں و خسرو وہاں پہ ہمراہ
جو تہی رونق فراش خور و ماہ

کہا شہ نے کہ اے ماہ دل آرا
وہ شیریں کس طرح ہووے شکیبا

میسر جسکو ایسی رات ہووے
مگر مطلب کو پہر ہاتہو سے کہووے

عجب صاحب رخ و اہل غنا ہیں
کہ ظاہر میں نہیں یکجا پہ جدا ہیں

نہیں قائم یہ کچھ حسن و جوانی
کسی کی ہی یہاں بقائے جاودانی

نہیں ہرگز چمن کو پایداری
نہیں ہردم روان باد بہاری

منور یہہ جو شب ہی اسی شکر لب / نہیں ہوتی ہی روشن ایسی ہر شب
مناسب ہی کہ انسان وقت پاکی / بجو کی اپنی دل کی مدعا کی
ہوئی باتو نسی شہ کی وہ پری صید / کیا پر دیو حرص و آز کو قید
خرامان تہی اسی ناز و ادا مین / گئی دونون وہ پہر عشرت سرا مین
اودہر وہ تخت پر معشوق طناز / بنین وسن نار پستان اوسکی دمساز
وہ ساری رات عشرت سی بسر کی / نیاز و ناز سی تا سحر کی
گئی غنچہ دہن وہانسی جو پہر گہر / گذارا اسکی سی شہ نی دن بہر
تبان ماہ پیکر با صد آئین / بناز و غمزہ پیش شاہ آئین
دل شہ عشق سی تہا بسکہ پر جوش / خیال وصل مین کرتا تہا مدہوش
کنایہ سی کہا جو مطلب دل / اشارے سی جواب اسکا تہا حاصل
حلاوت کی اجو باتین تہین یہ از قند / رہی دونو کی لب باہمدگر بند
حرارت عشق کی ہوتی اونہین جب / تو پوشیدہ وہ پیتی شربت لب
نہ ہرگز وقت فرصت ہاتھ آیا / نہ ہرگز گوہر مقصد کو پایا

فلک پر آج ہی یہ ماہ کامل / زوال اب کل سی ہوگا اسکو حاصل
نکیون وہ تشنہ لب مرجای رو کے / لب دریا جو پانی کوئی رو کے
کہ دلمین اوسکی تہا سنو کا پاس / وہ رو کی تہی طبیعت کو بصد یاس
اودہر شہ تخت پر تہا خرم و خوش / گہڑی آگی غلامان پری وش
رہین یون گرد شیرین سب وہ عیار / خزانی کی نگہبان جیسی ہون مار
شگفتہ ہو گیا جب دم گل خور / چلا ہر ایک مہ رو وہانسی اوٹھکر
اوٹھایا خور نی جب دم فرش انور / بچھایا چاندنی کا مہ نی بستر
ہوا پہر شغل مے اون مین آغاز / جلو ریز اونہین شیرین تہی بصد ناز
ہوا مستی شرب می کی اثر سی / تو دیکہا بت کو اک میٹھی نظر سی
ہوئین دونون کی ہمگفتار آنکہین / وکیل اون دو کی تہین وہ چار آنکہین
رہی عشرت گزین باہم وہ دیار / بہت اتین اسیصورت تہی بیدار
کبہی مل کر وہ چنگ و رود پر تہی / خرامان گہہ لب شہر رود پر تہی
وہ شہ ماہی صفت تہا تہا مضطر / کہ آتی جال مین وہ ماہ کیونکر

اسیصورت بعیش و کامرانی / بسر کرتی وہ ایام جوانی

خسرو کا سوال بخواہش وصال

پلا ساقی مئی نوشین کا اک جام / کہ دل ہی اب بسر اضطراب کام
ہوئی مہتاب سی اک شب جو پر نور / تجلی سی شجر تہی شجرہ طور
نگہبانین جو تہین شیرین کی ہمراہ / وہ اوس شب خوب تہین بیخواب و بیخواہ
کہا لیکر کی بوسہ اے مری جان / اوٹھاؤن کب تلک مین رنج ہجران
پلا دی گر زلال کامرانی / تو حاصل ہو دوبارہ زندگانی
نئی یہہ رسم مہمانی ادا ہی / کہ خوان آگی ہی بہوکا مر رہا ہی
میسر وقت ہی بی دخل اغیار / نہین لازم تجہی اس وقت انکار
تجہی مدت سی میری جستجو تہی / مجہی تیری تلاش اے ماہرو تہی
اگر حاصل نہ پہر بہی کام دل ہو / میسر کسطرح آرام دل ہو
ترے پانو پہ اب تک ہی مرا سر / نہ کچھ بہر خدا اب سرکشی کر

کہاں ہوتی ہی یہہ صحبت میسر / جو ہم پہلو ہو ہر دم اپنا دلبر
پیاپی سب کے سب تہی مے کی نوش / ہر اک کی سر مین پایا خواب نی جوش
جو پائی اوسگہڑی خسرو نی یہہ گہات / تو شیرین کی گلی مین ڈالکر ہات
جو ہاتہہ آیا ہی وقت عشرت انگیز / نہین معلوم کیون تجہکو ہی پرہیز
اگر ہی وصل تیرا آب کوثر / تو کر مجہ تشنہ فرقت کی لب تر
تساہل مین تجہی گذری بہت دن / کسیصورت نہین ہی صبر ممکن
موافق ہو وہی جب تجہسا دلآرام / تعجب ہی جو عاشق کا نہ ہو کام
اوٹھا کر رنج و غم دونا شکیبا / ہوئی بخت ہمایون سی جو یکجا
نہ تنہائی میسر ہوگی ہر دم / مگر اسجان یہہ وقت عیش برہم
یہ کہکر ہاتھ پکڑا اوس پری کا / پڑی ہی پی پہ کیا اوس شہ سی چہلا

بہت شیرین نی بہی کی شکر خند / دیا پاسخ بہ از شیرینی قند

شیرین کی عذر خواہی و عصمت پناہی

کہ اے سلطان تو اقلیم عزیزی / زلیخا گر تی ہی تیری کنیزی
مین اک قطرہ تو اک عمان زخار / بہلا دریا کو کیا قطرہ سی ہی کار

سپہر حسن کا تو مہر انور / مین اک ذرہ سی ہی ناچیز و کمتر
شہنشہ کی کنیزین مجہسی چند / کہ رخسار انکی رشک گل ہین لب قند

جمال و خوبروئی اونپہ بس ہی
ہماری خواستگاری کیون ہوس ہی

رہی ہا ہین مین گر الفت پاک
اور اسکا نہین کوئی بہی خاکپیر

جو کی تحصیل مقصد مین شتابی
تو ہوگی واسطی میری خرابی

نہین اس بات مین عجلت دونی کا
کہ کرتی ہو نہین اسمین چند اسرار

نہین زیبا ہی ایسی بات شہ کو
جو نزدیک طریقت ناروا ہی

خدا کا دلمین شہ کو خوف ہی ہی
بہلا گذری ہی ایسی فرقت مین ون کی

ادہر خسرو ہوا بی صبر و شیدا
اودہر سی اک نیا حیلہ تہا پیدا

جو دیکہی شہ کی اوسی گرمجوشی
تو بس کرنی لگی وہ چشم پوشی

نیا غمزہ دکہاتی تہی وہ ہر دم
کبہی ہنستی کبہی ہوتی تہی برہم

دوبارہ سوال شاہ نامدار با کمال انکسار

جو دیکہی شہ نی اوسکی حیلہ جوئی
ادہر نرمی ودہر کی سخت روئی

یہ جانا کیا انکہبانو کی تقصیر
کہ خود وہ مین یہ بت کرتی تہی تاخیر

لگا کہنی کہ سن ای ماہ تابان
بہت بندی ہوئی ہین تیری سلطان

نہین یہہ طرز می نوشی ہی خوشتر
کہ ہو تم مست و تو ہشیار یکسر

پیی گر شوق سی می کی دو اک جام
خوشی سی پہر نکالی تو مرا کام

کسی نی اہر کو دی پند طریقت
نہین ہی عشق پابند طریقت

پہنسایا دام مین گر مرغ دانا
تو کیون دیتی نہین ہی آب دانا

شراب ہجر سی ہی جان لب پر
شراب وصل سی کر لب می تر

رہون خاموش مثل شمع کب تک
کہ وہ دل مرا پہونچا ہی لب تک

جو ویرانہ صفت دونگا مین جان
تو پہر تو شمع سان ہووی گی گریان

رہی گردن پہ تیری خون میرا
نچہوڑی حشر تک دامن وہ تیرا

کری گر قتل مجہکو ہی سزاوار
غضب اسوقت پر تیرا ہی انکار

میسر گرچہ ہین صدہا پری رو
کوئی بہاتی نہین دلکو مگر تو

جو ہوتا ہو مرا تجہکو دکہا دون
کہ تیری عشق مین دل ہو گیا خون

نہین فرقت سی تا لب مین جان ہی
خدا جانی کہ کیون تو بدگمان ہی

اگر ہی رنج ہجر آب و گل عشق
مگر ہی وصل جانان حاصل عشق

نیاز عاشقی سارا ہی بیکار
نہو معشوق جب عاشق کا غمخوار

وطن سی دور رہتا ہون مغموم
نہین لازم کری مجہکو تو محروم

میسر آج یہہ صحبت ہی ہمکو
خدا جانی کہ کل ہو یا نہ ہو پہر

نکر بہر خدا اب کچہہ بہی تاخیر
کہ ہی عاشق ترا اس پر دلگیر

لگی کہنی شکر لب ای جہاندار
نہین لازم ہی تجہکو ایسی تکرار

شیرین کا انکار بصد حیلہ و تکرار

پسند حق ہوا ہی عشق صادق
خلاف اوسکی کری جو ہی وہ فاسق

نہ پہیلا ہر گہڑی دست تطاول
مگر ان حرام اب تو تناول

تعشق مین تعب ہی مجہکو بہی کاہش
نہین مرا لکو کچہہ لذت کی خواہش

محبت ہو گئی ثابت اسی مین
یہ بد رسمی نہین یہان ہر کسی مین

نہ شایان سلاطین رسم بد ہی
عبث اس بات مین اشہ کو کد ہی

جو بر گشتہ ہون رسم خاندان سی
او ٹہاؤن پہر عقوبت لاکہ جا سی

کبہی ہووی جو مجہسی ایسا بد کام
تو خاص و عام مین ہو جاؤن بدنام

جو ہو ناموس کی بی انتظامی
بزرگون کی ہو ضائع نیکنامی

حصول کام سی تو ہو ہی دلشاد
ہماری آبرو ہووی مفت برباد

بچایا ہی جو مینی شیشہ ننگ
نہین لازم کہ ماری اوسپہ تو سنگ

کنار و بوس کی لذت سراسر
بخوبی مجہسی ہی تجہکو میسر

علاوہ اسکی گر دلمین ہوس ہی
تو یہہ پرہیز کا جلسہ عبث ہی

کری انسی تو اپنی دلکو مسرور
مگر اس بات سی کہ مجہکو معذور

تپ فرقت سی گر سینہ ہی نالان
عبث ہوتا ہی پہر جلوہ کا خواہان

مناسب ہی یہہ تجہکو روز کی چند
کہ کہاتی عارض و لب کا تو گلقند

رہی صابر اگر چندی تو اسپر
تو پہر ہو وصل کا حلوا میسر

نہین جچتی اب کسی مطلب مین
جو دیر آئی اوسکا ہی درستی

سہ بارہ سوال شاہ بجمال مستی از راہ بردستی

کہا خسرو نی یہہ بات ہی ہی خام
نہین ہوتی کسی تدبیر سی کام

لگا کہنی کہ سن ای ماہ تابان
رہی دائم ترا اللہ نگہبان

ہنسی عشوہ سی ہو نہین نیم بسمل
نہین قائم ہی سینی مین مرا دل

ہر ایک جان دور کر آزردگی کو
مٹا عاشق کی اب افسردگی کو

امید وصل میں آیا میں یہان تہا ۔ مگر تجھسے نہ ہرگز یہہ گمان تہا
کیا تہا عشق ہی نے زار و خستہ ۔ کیا تو نے بھی آخر دل شکستہ

مجھے ہے درد ہجران کی شکایت ۔ عبث ہے عشق صادق کی نہایت
جہان کچھہ عشق کا ہوتا گذر ہے ۔ وہان کیا رسم و آئین پر نظر ہے

ملامت کا نکچھہ عاشق کو ہے ڈر ۔ سمجھتا ہے وہ بدنامی نکوتر
کرے عاشق جو کچھہ بھی خوف ناموس ۔ یقین ہے صاف ہو مقصد سے مایوس

کوئی خواہش جو رکھتا ہو ثمر کی ۔ وہ صابر کب ہو صورت سے شجر کی
جو مستسقی کی ہووے جان لب پر ۔ کرے پرہیز پانی سے وہ کیونکر

ہزاران ماہرویان سیمبر ۔ یہ ظاہر ہے کہ ہین مجھکو میسر
تری الفت میں اپنی سلطنت کو ۔ رہا ہون چھوڑ کر بندہ ترا ہو

مگر اے بت نہین کچھہ غم تجھکو ۔ چھڑائے درد ہجر ایسے جو مجھکو
روان گردن پہ ہون گر لاکھہ خنجر ۔ نہین ممکن کہ پہیرون تجھسے مین سر

یہ کہکر جذبہ دل سے ہو مضطر ۔ کیا اوس بت کو اونے تنگ در بر
کرے آہو پہ حملہ جسطرح شیر ۔ بزور اوسکو کیا چاہے تہا وہ زیر

بت شیرین نے لیکن اوس گھڑی طور ۔ بچایا آپ کو اوس سے بہر طور

شیرین کا جواب از راہ عتاب

یہ مستی دیکھکر پہر تو وہ دلبر ۔ لگی یون کہنے بس آشفتہ ہو کر
کہ سن اے خسرو سرمست بادہ ۔ عبث کرتا ہے کد حد سے زیادہ

نہین لائق تہی تجھکو ایسے تکرار ۔ ہوئی گستاخ آخر یہہ پرستار
زبردستی و شہ زوری سے باز آ ۔ سمجھہ ہلکر بیٹھہ میرا مونہہ نہ کہلوا

ندی ہاتھون سے مطلق رسم ایمان ۔ نرہ دنیا اس لذت کا خواہان
جو کوئی صاحب تاج و علم ہو ۔ نہین شایان یہہ لازم ہے اوسکو

کہ اوسکا دل کسی لب پہ آئی ۔ تو اپنا تخت و افسر بہول جائے
نہ ہو تو عشق مین غافل جو یون تو ۔ تو کیون ترکی دکہاتا ایک ہندو

پدر کی مملکت آئی ترے ہات ۔ پڑے اورون کی ہاتھون مین یہہ ہات
عدو کا گھر پہ تیرے دسترس ہے ۔ تو یہان غفلت مین پابند ہوس ہے

دیا حق نے تجھے بھی زور بازو ۔ تکیون پہر ملک پر کرتا ہے قابو
عبث یہہ حملہ شیرین پر ہے پیہم ۔ کہ خود عاشق ہو نہین جانتے تجھہ پہیر

جو پہلے بخت و دولت آزما تو ۔ سمجھہ ہر دم تو اپنا چھینہ قابو
ملیگی سلطنت گر تیری تجھکو ۔ نہین ممکن کہ پہر پاے نہ تجھکو

نہین اس بات مین بہتر ہے کچھ کم ۔ کہ جب ہے ہر اک سختی کو نرمی
رہے گر سر ترا اسنو دسے معمور ۔ مبادا تو رہے شاہی سے مہجور

بتاتی ہون طریق خیر خواہی ۔ تجھے حاصل ہو جسمین تیری شاہی
جو ہوگا کچھہ دمین ہی کروگی ۔ نہین تو یہان وہ عاکرتی رہونگی

سنے یہہ گفتگو خسرو نے جسدم ۔ ہوا اس آتش غیرت سے برہم

خسرو کا روم مین جانا اور دختر قیصر کو نکاح مین لانا

ہوئی گفتار شیرین اوسکو یکسر ۔ نمک سے بھی زیادہ زخم دلپر
منگا کر اوسکو ہی وہ اسپ شبدیز ۔ اوٹھا یہہ کہکے وہانسے شاہ پرویز

کہ اے شیرین بت معشوق دلکش ۔ خدا رکھے ہمیشہ تجھکو دلخوش
سمجھہ اتنا نہ غافل مجھکو زنہار ۔ نہین کچھہ دفع دشمن کا ہے دشوار

تری صحبت کو پر سمجھا تہا مشکل ۔ رہا ہر دم اسیمین بس مرا دل
دیا حق نے وگرنہ ایسا اقبال ۔ سمجھتا ہون بداندیشونکو کیا مال

کرون میدان مین گہوڑے کو جولان ۔ زمین پر گر پڑے گردون گردان
کرون گر مین علم تیغ دو دم کو ۔ تو ہو جائے عدو راہی عدم کو

مگر یہہ ہمت مردانہ میری ۔ رہی اے شمع رو پروانہ تیری
دلائی اب مری قائم تو نے ۔ جو کی مردانگی تعلیم تو نے

کرون ابجا کی مین دشمن سے پیکار ۔ نہ بہولونگا نصیحت تیری زنہار
تری الفت نے آوارہ کیا تہا ۔ مجھے مجبور و بیچارہ کیا تہا

اور اب منظور ہے تجھکو جدائی ۔ رہون کیونکر کہ اب رخصت ہے پائی
ہوا بعد اوسکے گھوڑے پہ وہ آ ۔ ندیکھا اوسنے پیچھے پہر کے زنہا

چلا شیرین سے وہ دلخستہ ہو کر ۔ لیا بس روم کا رستہ سبکتر
نگہ پر تہا خوف بد اران بہرام ۔ نہ لیتا تہا کہین اکدم بہی آرام

یہ شاہ روم نے پائی خبر جب ۔ کہ آیا خسرو پرویز ادہر اب
منگا کر اوسنے دیکھی اوسکی تمثال ۔ ہوا اوس فال سے معلوم یہہ حال

کرا اوسکا بخت و دولت ہمایون ہی
خلاف اوسکی کریگا تو زبون ہی
جو پھر دیکھا جمال حسن خسرو
خوشی حاصل ہوئی قیصر کی اسکو

سپہزاد اوسکی کیا گنجینہ زر
اور اک دسی ہی جنت پاک گوہر
کہ مریم نام رکھتی تھی پریزاد
جبین تھی رشک مہ قد رشک شمشاد

رہا صحبت مین خسرو اوسکی شادان
ہوا قیصر سے پہر لشکر کا خواہان
کیا ہمراہ قیصر نی وہ لشکر
گرانی تھی زمین کو جس سی یکسر

زر و گوہر خزانی کی بہی انبار
تحائف ہر طرح کی کرکی طیار
کیا خسرو کو پہر با صد محبت
دعای خیر کرکی اوسنی رخصت

خسرو کا بہرام کو شکست دینا اور ملک چہین لینا

چلا خسرو وہانسی ہوکی خوشحال
لگا تائید کرنی بخت و اقبال

ہوا ایلغار لشکر کا ہمایون
کیا بہرام پر جا کر شبیخون
چلا لشکر وہ بہرام جہانگیر
برنگ شیر بہر خون نخچیر

مگر اقبال جس سی مونہہ پہرائے
دلیری اوسکی پہر کیا کام آئے
ہوئی دو لشکروں کی جب چہڑ پائی
تو صدمی سی زمین جگہ مین آئی

جوان ثابت قدم جو سر بکف تہی
بہر سو ایستادہ صف بصف تہی
مبارز کی اونہین تہی خوش انگاری
وہ رزم اونکو تہی اک فصل بہاری

مثال عید تہا شور جوانان
بسان برق تہی ہر تیغ لمعان
ترشیح کی جگہہ تہی بارش تیر
روان تہا آب بن زخم شمشیر

پڑہی تہی ہر چہار سو گلگون کفن تہی
شگفتہ لالہ و گل کی چمن تہی
نشان و نیزہا و تیر باران
بہم تہی صورت شاخ درختان

سجاہی گل تو کلاہی سپر تہی
وہان بر چہیکی پہل تازہ ثمر تہی
صدای ہای ترکی سی ہر اک جا
نوای بلبل گلشن تہی گویا

سپاہی توپ کی چاٹتی تہی گولی
کہ پڑتی کشت ہستی پر تہی اولی
بہت وہان خونکی چشمی ابل آئی
حباب آسا ہزارون سر عیان تہی

ہر اک شمشیر تہی ماہی خود کام
بنی ہر اک زرہ اوسکی لیی دام
شراب خشم سی خسرو تہا سرمست
سوار پیل مست و نیزہ در دست

سر ابر سیہ ہر سو دوان تہا
روانہ خنجر اوسکا برق سان تہا
بزرگ امید سی خسرو کی تہا ساتھہ
کہ اصطرلاب فتح اوسکی تہا ہاتھہ

اوسی تہی جستجو بس ساعت نیک
تو ساعت نیک ہاتہہ اوسکی لگی ایک
لگا کہنی کہ ای سرتاج شاہان
جو ہی فتح و ظفر کا اپنی خواہان

اگر اسوقت حملہ کر تو یکبار
خدا کا فضل ہو تیرا مددگار
یہ سنتی ہی خدا کا نام لیکر
وہ خسرو جا پڑا دشمن کی اوپر

جو مارا جا کی اک گرز گرانبار
گرا ہاتہی سی وہ دشمن نگونسار
خزان دیدہ ہوا گلزار بہرام
ہوا لشکر ہوا آسا سبک گام

ہوا بوم اجل سر پر نوا زن
جلا برق بد اقبالی سی خرمن
اجل کی باد صرصر تہی سبک گام
گری جس سی ہزارون نخل اجسام

جگر تفتہ ہوا اون شومیون کا
ہوا فیروز طالع رومیون کا
برنگ شاخ فصل برگ ریزان
ہوا بہرام بہی یا مان گریزان

نہ دیکھی رزمگہہ مین کامیابی
تو بہاگا چین کو با صد خرابی
بدو بنی نیک ہی ہرگز نکچہہ کام
بدی سی آدمی کا ہی برا انجام

برائی حاصل حرص و ہوس ہی
ہوس بدتر ہی ہی گفتار بس ہی
ہوا خسرو سی برگشتہ جو بہرام
تو آخر یون ہوا اوسکا بد انجام

جلوس خسرو نامدار کا اور عجز حاکمان بدکردار کا

پلا ساقی می گلگون کا ساغر
موافق اب ہوئی دولت ہی اکثر

ہوا بہرام پر خسرو جو فیروز
دل محنت زدہ تہا عشرت اندوز
موافق جب ہوا بخت ہمایون
ہوا وہ زینت تخت ہمایون

بنا یکبارگی شاہی کا سب کام
میان شرق و غرب اوسکا ہوا نام
ہوئی حاضر سران ملک یکسر
کہ پہیرا تہا جنہون نی شاہ سی سر

جہکا ہی طوق بدنامی سی سر کو
گئی خم بار غیرت سی کمر کو
مگر شہ نی خصومت کچہہ نہ مانی
عطا کی اور اونکو ملک رانی

لگی بجنی دمادم شادیانی
لگی صد آفرین کی بانگ آنی
ہوئی حاصل بعیش و کامرانی
رعیت کو دوبارہ زندگانی

نہ تہا شہ کو غم شیرین فراموش
مگر چپ سادہی تہی لب بستہ تہا خاموش
نکرتا تہا کبہی ظاہر وہ کچہہ غم
رہا مصروف دلداری مریم

وہ نسل عیسوی سے رشک مہ تھی
رہی خسرو کی اوس سے پاکہ تھی

بظاہر گرچہ مصروف طرب تھا
بباطن وہی رنج و تعب تھا

نلیتا تھا اگرچہ نام شیرین
مگر تھی تشنگی جام شیرین

کبھی مریم سی وہ لذت اوٹھاتا
کبھی شیرین کی غم مین پیچ کہاتا

کبھی ویسی یہ اوسکی گفتگو تھی
کہ ای دیوانہ یہہ کیا آرزو تھی

جو عشرت چاہئی حاصل ہی شاہی
تعشق مین سراسر ہی تباہی

نشان عیش ہی شاہی کا انجام
پریشانی ہی وہی عشق مین نام

ہوا ہی تو عبث دونونکا خواہان
نہین ممکن کہ ہون دو چیز سامان

بزرگون کی مگر یہہ بادشاہی
بہت کچھہ گشت خونسی ہاتہ آئی

جو پہیرین دولت اقبال سی سر
پسند حق بہلا ہو دیکا کیونکر

دوم ہی خوف نفرین خلایق
کرون حاصل مین تحسین خلایق

اگر دلدار کا خواہان ہی ای دل
تو تیغ ہجر سی رہ نیم بسمل

کسی دن ہو میسر مرہم وصل
یہ زخم ہجر اچھا ہو دم وصل

اسی صورتسی سمجہاتا تہا دلکو
رہا مصروف شاہی شاہ خسرو

بظاہر شاد تھا وہ رشک شمشاد
دلی باطن مین تھا ناشاد سی آزاد

شیرین کی زاری اور ہجر خسرو مین بیقراری

کہان ایساقی راحت رسان ہی
غم ہجر انسی اب دل نیم جان ہی

عجب کچھہ عشق کا ہی کارخانہ
کہ یہہ بہی اپنی فن کا ہی یگانہ

دکھایا اسنی پہر شیرین کی لکو
چہوڑایا اوسسے قرب شاہ خسرو

نہین خسرو گیا رنجیدہ ہوکر
گیا اوسکا تہا گویا صبر یکسر

غم دوری سی پہونچا دلکو آزار
شب روشن تھی آنکہون مین شب تار

خورش کی جا تو اک غمخوارگی تھی
اوسی سی ہر چمن آوارگی تھی

بجا ہی مے تھا خون دل کا پینا
سدا کرتی تھی خالی مثل مینا

وفور گریہ سی شعر حزین دیتی
رمیدہ شکل آہوی رمیدہ

کہا گہر بیٹھی یہہ دولت لگی ہات
نسمجھی قدر اوسکی مین ہیہات

نکرتی مین جو اوس سے ایسی تکرار
تپ فرقت سی کیون ہوتی مین بیمار

غم دوری کا اب چارہ نہین ہی
صبوری کی سوا یارا نہین ہی

کبھی چاہی تہی چہپی اوسکی چاہا
دلی یہہ بہی مناسب پہر جانا

اوٹھی وہانسی وہ آخر شکستہ
گئی خدمت مین مانکی نیستہ

رخ روشن سی غم تھا آشکارا
کہا خسرو کا اوسنی حال سارا

جو پایا مان نی اوسکو غم مین پابستہ
تو مہر مادری سی سینی سی اوسکی

کہ ای آرام جان نور دیدہ
عبث ہی درد دل سی غم رسیدہ

گذر جائینگی جب ایام ہجران
تو ہوگی وصل سی خسرو کی شادان

وہ کب ہی عشق مین شیرین شکیبا
تلاش اوسکی نہین تجہکو ہی زیبا

نہ رسم عاشقی ہاتہو نسی دیگا
محبت ہی تو پہر بہی آملیگا

مہین بانو کی سمجہانی سی ناکام
رہی چندی شکیبا وہ دلارام

اوٹھایا دل پہ اپنی درد دوری
صبوری کو وہ پہر سمجھی ضروری

مہین بانو کا مرنا اور شیرین کو وصیت کرنا

مہین بانو کو پیری نی ستایا
تو جانا وقت اب نزدیک آیا

بت شیرین کو پاس اپنی بلاکر
حوالہ کنجیان کین سب منگا کر

کہا اسی باعث تقویت دل
ترا ہو فضل حق پیوستہ شامل

نہین اس سلطنت سی مجھکو کچھہ کام
کہ میری عمر کا لبریز ہی جام

مبارک ہو تجھی اب تخت شاہی
نہ لانا عشق سی دل پر تباہی

ندینا ہاتہہ سی رسم عدالت
نہ چلنا بہولکر راہ ضلالت

نہین ملک جہانکو پایداری
گذر جاتی ہی اکدن شہر یاری

نہ رہ تو سخت ہجرانسی بر غم
کہ ہین دنیا مین رنج و عیش باہم

کبھی ہی رنج و غم سی اضطرابی
کبھی عیش و طرب سی کامیابی

صبوری سی جو کوئی مونہہ چرائی
نہین ممکن کہ پہر مقصد کو پائی

اگر مقصد کا نیک انجام ہوگا
تو معشوقہ تو نہین تیرا نام ہوگا

گلی سی اپنی شیرین کو لگا کر
وہ سمجہاتی رہی آنسو بہائی

ہوئی کچھہ دن کی بعد آخر وہ بیمار
ہوئی جانبر اجل سی پہر نہ زنہار

کسیکو بھی نہین ہرگز بقا ہی
کہ باقی اک وہی نام خدا ہی

یہ لکھتا ہی وہ راوی خردمند
مہین بانو کی جب آنکہین ہوئین بند

شیرین کا جدائی سی گھبرانا اور مداین مین آنا

تو پہر وہ سلطنت شیرین نے پائی | لگی کرنے وہ بت کشور خدائی
رعیت کو عدالت سے کیا شاد | ہوے اگلے کی شہر اوس سے آباد
یہ کی داد و دہش اوسنے شب و روز | کہ تہی مظلوم و بیکس راحت اندوز
ندی ہاتہون سے رسم و دین شاہی | ہوا عالم مین اوسکا نام شاہی
رہی مصروف شاہی تا بیکسال | وہ دلبر تخت پر با جاہ و اقبال
ولیکن عشق کب تہا ہی صابر | دل عشاق پر رہتا ہی جابر
غرض پہر سر مین یا عشق نے جوش | کہ ہی کب تاب کہ ہو آتش خموش
اگرچہ دولت شاہی تہی حاصل | ولی ہرگز نہتی اوسپر وہ مائل
نہ خسرو کی جدا اوس گل کو خبر تہی | تو پہر وہ مثل شبنم دیدہ تر تہی
سنا جسدم کہ وہ شاہ جوانبخت | ہوا رونق فزاے افسر و تخت
ہوئی مسرور اوسکی جان غمناک | بجا لائی وہ شکر ایزد پاک
ولی مریم سے وہ بت تنگدل تہی | کہ مریم بہی حسد مین سنگدل تہی
یہ اوسکی دل کو اک تازہ ہوا درد | لگی حسرت سے آہین کہینچنی سرد
ہزارون صدمہ غم دل پہ سہتی | کبہی پہر یون دل غمگین سے کہتی
کہ اب تک سلطنت مین تہی مین ہشیار | نہین پہونچا کسیکو مجہسے آزار
کیا اب عشق نے دلکو مری رام | مبادا کار شاہی مین ہون بدنام
یہ بہتر ہی نہ لون اب نام شاہی | نہ ہو شوریدگی سے کام شاہی
کیا تجویز اک سردار عالی | کیا اوس سلطنت کا اوسکو والی
ہوئی پہر جذبہ دل سے جو مضطر | طلب کر کے وہ گلگون سبکسیر
اکیلی وہ نہاتی اسکو بصد جاہ | اوسی قصر بلا کی اوسنے لی راہ
ہوئی رونق فزاے قصر سنگین | ہوا آتشکدہ اوس بت سے رنگین
فروغ حسن سے اوسکی سنگ سوزان | ہوئی الماس کی صورت فروزان
سنا خسرو نے اب آیا ہی پہر یار | شجر امید کا لایا ہی پہر بار
ولی تہا خوف مریم سے ہراسان | کہ مریم اوسکی تہی ہر دم نگہبان
نہ شیرین کی بلانے کی اجازت | نہ وہان جانیکی ملتی اوسکو فرصت
فقط پیغام پر رکہتا صبوری | رہی قربت مین بہی غمہائی دوری
اوٹھا اکدن جو خسرو بامدادان

بہرام کی مرنیکی خبر اور خسرو کا بیان معرفت اوسکے چاکر

تو بیٹھا تخت پر مسرور و شادان
مرتب سر پہ خسرو کی وہ افسر | کہ کرتی تہی مہ و خور رشک جسپر
غلامان و خدم جو تہی پرستار | کہڑی تہی خاموش مثل نقش دیوار
میسر شہ کو وہ جاہ و حشم تہا | کہ اپنی عہد کا کاوس و جم تہا
کسیکو بہی نہتا اوس عہد مین غم | گذرتی تہی خبر عشرت کی پیہم
ہوئی تہی یکقلم بیداد معدوم | جو تہی ظالم ہوئی مانند مظلوم
جو رکہتی سر کو تہی نخوت سی پرجوش | کیا خسرو کا حکم آویزہ گوش
سران ہفت کشور صاحب جاہ | ہوئی تہی جان و دل سے بندہ شاہ
وہ سب حاضر تہی اوسدم بہ تعظیم | کہڑی تہی باادب اپنی جگہ مین
کہ آیا شہ کی آگی ایک دربان | کیا یون عرض اوسنے کی شاہ ذیشان
کہ ای شاہ جوان دولت جوان سال | رہی دایم مدد پر تیری اقبال
عدو جو شہ کا تہا بہرام چوبین | نصیب اوسکی ہوئی اب گور سنگین
ترے شاہی کا اوسکی سر مین تہا شور | خرابی سی ہوا آخر وہ درگور
ہوا سنتی ہی شہ کی دلمین اک درد | کہا اک آہ دلسی کہینچکر سرد
نہین مرگ عدو بہی شادمانی | کسی کی ہی یہان حیات جاودانی
یہی دایم ہی رسم چرخ غدار | کسیکا یہ نہین پیوستہ غمخوار
بتاتی گہ کسیکو راہ شادی | دکہاتی گاہ دشت نامرادی
بٹہاتی گہ کسیکو بر سر تخت | کسیکی گاہ برگشتہ کری بخت
عبث دنیا کا ہو انسان طالب | عبث ہی دل پہ رکہنا حرص غالب
خدا کی یاد رکہی وہ بیباکی | نہ دینی کچہہ بجز ملبوس خاکی
کہان بہرام اور اوسکی دلیری | کہ میدان مین کیا کرتا تہا شیری
پڑا جب سامنا شیر اجل سے | بنا کچہہ بہی نہ پہر دست عمل سے
یہ فن سلطنت آخر فنا ہی | بجز نام خدا کسکو بقا ہی
ہوئی سردار سب یہ سنکی گریان | ہوئی اخلاق خسرو کی ثنا خوان
اسی صورت سی خسرو تا بسہ روز | رہا بہرام کی غم مین جگر سوز
غرض روز چہارم جبکہ آیا | لباس غم کو سینی سی اوتہایا
گئی آواز شادی تا ثریا | ہوا ساماں عشرت پہر مہیا

سحر کی وقت وہ شاہ جوان بخت
جو بیٹھا روز چارم بر سر تخت

بیان باربد کی گانیکا اور خسرو کی وجد مین آنیکا

ہوا جب مست می سی شاہ خسرو
تو فرمایا کہ لاؤ باربد کو

غلام و خادمان جو تھی بتمثیل
بجا لائی وہ حکم شہ بتعجیل

ہوا حاضر وہین مطرب خوش آہنگ
منگایا اپنا ساز بربط و چنگ

وہ موسیقی مین تہا اوستاد کامل
تھا اوس فن مین نہ اوسکا مقابل

وہ طنبورہ کو جب کہتا تھا کاندہی
تو معنی راگ حاضر ہاتہ باندہی

عجب قانون کا تھا پوربی ساز
نہایت سوہنی تھی اوسکی آواز

نہین وہ چہیڑتا تھا ساز کا تار
دلونکو کہینچتا پردہ مین ہر بار

ملایا اوسنی جب ساز طرب کو
خیال لحن داؤدی تھا اسکو

وہ بزم شاہ تھی از بسکہ گلشن
ہوا بلبل صفت مطرب نوازن

درست آتی تھی ایسی اوسکی ہر تال
کہ زہرہ ڈہونڈہتی پہرتی تھی ہر تان

یہ عالم کر دیا تھا اوسکی دہن نی
لگی سر شنک سی ناہید دہننی

یہ دیتی حق نی اوسی آواز صافی
کہ دل لینی کو تہی بی ساز کافی

جو گایا نغمہ سارنگ چہایا
تو سب بیخود تھی ایسا رنگ چہایا

مزہ دیتی تھی ملتانی کی رنگت
کہ اوسکی ساتہ ملتانی تہی سنگت

یہ عالم کر دیا غارکی گت پر
گئی غارت دلونکی ہوش یکسر

لگا گانی وہ جب جنگلی کی دہن کو
ہرن جنگل سی آئی مست ہو ہو

ہوئی خوبی سی اوسکی رست تان
دل عشاق کو تلوار کی سان

وہ موسیقی مین تہا ایسا ہنرور
شکم اوسکا تہا گویا راگ ساگر

جو تھی مطرب خراسانی حجازی
ہوئی ہر اک پہ اوسکو سرفرازی

بجایا اوسنی ایسا ساز دلکش
کہ درباری ہوئی سب اوسسی دلخوش

خیال او ریٹپہ و دہرپد ترانہ
رہا تا نیمروز اوسکا وہ گانا

شہ خسرو کا سنکر یہ ہوا حال
دیا مطرب کو بی پایان زر و مال

یہ ہر پردہ مین مطرب کی ادا تھی
کہ ملتی اوسکو ملبوسی قبا تھی

شہنشہ اوسپہ ہر دم واہ کرتا
خیال دلربا مین آہ کرتا

دیا ہر واہ پر اک کیسہ زر
یہی تھی رسم شاہ پاک گوہر

خسرو کی مریم سی خواست اجازت بکمال سماجت

اوٹھا محفل سی خسرو چشم پرنم
گیا خلوت سرا مین پیش مریم

کہا ای جان جان خواہش دل
سدا ہو دور تجہسی کاہش دل

سنا تونی بہی ہی شیرین کا احوال
کہ میرا دل ہی جسکی غم مین پامال

مری فرقت مین آوارہ ہوئی ہی
بہت مجبور و بیچارہ ہوئی ہی

ہوئی میری محبت مین وہ بدنام
غم شیرین سی میرا تلخ ہی کام

مصیبت عشق کی ایسی سہی ہی
کہ اک قصر بلا مین آ رہی ہی

جو ہو تیری اجازت ہا ئین جاؤن
چہڑا زندان غم سی اوسکو لاؤن

یہان آئیگی تو مثل پرستار
رہی گی ہر گہڑی تیری وہ غمخوار

کہ شیرین خلق ہی از بس وہ دلبر
اطاعت سی نہ پہیریگی کبہی سر

مری خاطر جو کچہہ ہو تجہکو منظور
تو کر صحبت سی اپنی اوسکو مسرور

جو بولون اوسسی بی مرضی مین تیری
تو البتہ سمجہہ تقصیر میری

یہ سنکر اوسنی کہینچی سرد اک آہ
برا ہوتا ہی آخر سوتیا ڈاہ

لگی کہنی کہ ای شاہ جوان بخت
پسند آیا تجہی میرا غم سخت

تجہی شیرین اگر حلوا ہی تر ہی
ولی مجہکو بلا ہل سی بتر ہی

گئی تھی جسکی پیچہی بادشاہی
وہ جسپر سی تیری پاس آگئی

نہ باز آیا تو پہر آوارگی سی
بنا تا بات ہی بیچارگی سے

بہت کچہہ مغز مین تیری سمائی
بلا سر پر میری تو نی بلا لی

جو مین پیچ آئی ہاتہہ تیری
خلش کہتا ہی یون تعجب ساتہہ

ہوئی وہ موجب بربادی شہر
ہوئی مین باعث آبادی شہر

ولی سمجہی نہ تونی قدر میری
کہ ہو نہین جان و لسی دست و تیر

ہوا معلوم تو نا آشنا ہی
کہ در پردہ اوسیکا آشنا ہی

خبر شادی کی تیری اب وہ سنکر
پشیمان ہو گی خود آئی یہان پر

رہی اگر ہی ویرانی کی اندر
بلا کا دور ہی رہنا ہی بہتر

کیا تو چاہتا ہی مجہکو برباد
مجہی بہی ایسی حیلی ہین بہت یاد

تو دیکہہ اب حال کیا اپنا کرونگا
کہ اس صدمی سی مین کچہہ کہا مرونگا

عجائب نسل عیسائی تہی مریم
ہوئی صاحب سے اپنی سخت برہم

بہت شیرین رہا کرتی ہراسان
کہ یہ مشکل ہو کس صورت سی آسان

ہوئی جب شیرین عاجز شکرلب
مشیر اوسنی کیا شاپور کو تب

کہ ای مرد جہاندیدہ وفادار
اگر اب تجویز کچھہ تو چارہ کار

سنا جس دم کہ شیرین سی یہ احوال
لگا شاپور کہنی اوس سی فی الحال

کہ میان اک مرد ہی نام اوسکا فرہاد
کہ پتھر کاٹنی مین ہی وہ استاد

جو کھودی پتھرونپر نقش رنگین
تو سنگستان کو کردی غیرت چین

بلاد چین مین ہین اور فرہاد
ہوئی جا کر کی شاگرد ایک استاد

کیا استاد نی قسمت جو تیشہ
قلم مجہکو دیا اور اوسکو تیشہ

اوسی سی ہوگا مقصد کا سر انجام
نہ بی استاد کوئی راست ہو کام

جو تیرا ای پریرو حکم پاؤن
پتا اوس مرد دانا کا لگاؤن

سنا شیرین نی یہہ احوال جسدم
گئی بہول اپنی وہ سبہی شیر کا غم

سحر فرہاد کو شاپور لایا
میان قصر سنگین لا بٹہایا

وہ فرہاد اک ہنرور پہلوان تہا
قوی بازو تہا اور رستم توان تہا

بجا آداب سلطانی وہ لایا
پرستارون نی عزت سی بٹہایا

سر کرسی وہ بیٹہا کوہ پیکر
بسوئی چرخ کہتا تہا نظر کر

کہ دیکہا چاہیی اب تیری بازی
کری پردیسی کیا نیرنگ سازی

کری حق مین سی کیا اب ہو پیدا
نہین معلوم کیا پنہان ہو پیدا

فلک نی بہی کیا ویسا ہی کردار
کیا پردیسی فتنہ ایک بیدار

غرض شیرین بہت ہو شاد و خرسند
ہوئی شکر شکن کر کی شکر خند

حلاوت نی اگلا تہا نازنین کا
مزہ آواز مین تہا انگبین کا

بت شیرین کی تہی آواز کیا نیک
دل عاشق کو تہی مٹہی چہری ایک

بشر کیا سنکی طائر اوسکی آواز
نہ سکتی تہی بہیوشی سی پرواز

لگی کہنی کہ ای ہشیار و عاقل
سنا ہی مین کہ تو ہی مرد کامل

مجہی درپیش ہی اک مشکل سخت
اگر آسان ہو تجہسی زہی بخت

مراہی گلہ کا وان بہت دور
کہ مردم شیر لانی سی ہین مجبور

تو دانائی سی کر تدبیر ایسی
مناسب ہو تری نزدیک جیسی

کرین چوپان جو اوسجا شیر دوشی
کرون مین شوق سی یہان شیر نوشی

سنی فرہاد نی آواز شیرین
کہلا پر کچہہ دل پر راز شیرین

اوٹہی پہر دلسی اک آہ شرربار
ہوا عشق صنم سی خستہ و زار

جو اوس بت سنگدل سی لگ گیا دل
تو شیشی کی طرح ٹکڑی ہوا دل

بنا حیرت سی وہ غمناک پتہر
سمجہتا بات وہ کیا خاک پتہر

جواب اوس بات کا اوسکو نہ آیا
کہ اوسنی آپکو ایسا بہلایا

پہر آیا صحبت دلجو سی باہر
مگر دل اوسکا تہا قابو سی باہر

کہا سب نی زروی خاکساری
بتا دو مجہکو کیفیت یہ ساری

جو فرمایش سی تم کردو خبردار
دکہا دون وہ کرشمہ کر کی طیار

تو سب نی خواہش شیرین سنائی
ہوا خوش پائی گویا کچہہ مٹہائی

کیا آغاز اوسنی جا کی وہ کار
ہوا تہا جو کہ اوسکو حکم دلدار

غرض گلہ سی تا کاخ پریرو
بنائی کوہ پر اک جوی دلجو

جڑی پتہر برابر اوسکی اوپر
نہ پہونچی خار و خس تا اوسکی اندر

درون کاخ اوسنی کر کی پتہر
بنایا سنگ مرمر سی نیا حوض

کہ تا ہو مجتمع شیر اوسمین آکر
پیی اوسمین شکرلب شیر جاکر

یہ قدرت دی خدا نی آدمی کو
فرشتو سی نہو اس سی جو کچہہ ہو

جو یہہ فرہاد نی صنعت دکھائی
تو اوسکی دلمین اک حیرت سی چہائی

شیرین کا جوی شیر دیکھنی کو آنا اور فرہاد کو بلانا

کہا شیرین سی لوگون نی یہ جا کر
کہ کی طیار نہر اوسنی بنا کر

بنائی اسطرح کی نہر خوشتر
کہ آتی حوض مین خود شیر بہکر

یہ دکھلاتی ہی خارستان مین صنعت
کہ دوزخ کو بنایا رشک جنت

وہ سنگ حجرہ غلمان کی مانند آئی
جہان وہ جوی شیر اوسنی بنائی

یہ اپنی دلمین سمجہی وہ پریزاد
نہین ہرگز یہ کار آدمیزاد

دل شیرین ہوا بس عشرت آگین
بہت فرہاد پر کی اوسنی تحسین

اوسی نزدیک اپنی پہر بلایا
سر کرسی زر اوسکو بٹہایا

کہا اوسنی کہ ای تو نی صنعت
نہین ممکن ہی مجہسی اوسکی اجرت

غرض فرہاد سی اوسنی کہکر
نکالی کان سی پہر چند گوہر

ہر اک موتی چمک مین تہا یگانہ
خراج ہفت کشور ایک دانہ

لگی فرہاد کو دینی وہ دلبر
کہا پہر یون بہت دلشاد ہو کر
کہ ہوگا جب موافق وقت میرا
سہین ہونگی یہہ احسان تیرا

جو دیکہی اوسنی گوہر ہای تابان
ہوا فرہاد شیرین کا ثنا خوان
وہ گوہر لیکی پہرا صنم سی
لگائی ہی ہنی اپنی چشم نم سی

دئیی پہینک اوسکی پہر پانگی پیچ
اوٹہا اور راہ صحرا کی وہانسی
بہلا کب اوسکو تہی پروای گہر
کہ تہی دو دو کان گوہر دیدۂ تر

دکہائی عشق جسکو اپنا نیرنگ
تو پہر اونسکو رکہیان گوہر و سنگ

فرہاد کی دشت گردی و صحرا نوردی

چلا فرہاد وہانسی خستہ و زار
ہوا دل عشق شیرین مین گرفتار
رہا نہ نظر بس کار دلدار
نہ رکہا کار سی اپنی سر و کار

جگہہ تہی خانۂ دلمین جو اوسکی
نہ گنجایش تہی ہرگز کسیکی
پہرا آتا آنکہہ تہا پُر نم ہر دم
کیا کرتا تہا شغل آہ و فغان ہم

بحال خستہ و عریان سراپا
پہرا کرتا تہا صحرا مین وہ شیدا
ہر اکدم خندۂ شیرین کو کر یاد
بہت روتا تہا اور کرتا تہا فریاد

سحاب دیدہ کی بارش کا تہا زور
پڑا نالون سی اوسکی دشت مین شور
تصور تیغ ابرو کا تہا ہر دم
اسی باعث سی گردن اوسکی تہی خم

کبہی کرتا تہا یاد چشم جانان
ہر اک آہو کی پیچہی تہا شتابان
جو یاد آتی اوسی مژگان دلبر
تو گر پڑتا تہا گویا تیر کہا کر

نہ بیچارہ کو تہا کہانی سی کچہہ کام
کہ تہا کہانی سی غمکی اوسکو آرام
نہ خواہش آب کی رکہتا وہ بیتاب
کہ تہا یاد لب شیرین سی سیراب

مذاق عشق مین چہوٹی مزی سب
لب و دندان کی غم مین چاہتا تب
جو آتی کاخ شیرین سی کبہی گرد
تو کرتا سرمہ چشمان پُر درد

عبادت یاد شیرین کو سمجہتا
وہ کعبہ کاخ سنگین کو سمجہتا
دو روش سی تہا نہ اکدم اوسکو آرام
یہی تہا شغل اوسکو صبح و شام

ہوا فرہاد پر سودا کا یہہ زور
کہ اوسکی گرم بازاری کا تہا شور

خسرو کا دیوانگی فرہاد سی خبر پانا اور اوسکو بلانا

ہر اک کو حال یہہ ورد زبان تہا
جہان مین حال اوسکا داستان تہا
سنی یہہ داستان خسرو نی جسدم
وہ بالا دلمین شیرین کا ہوا غم

ہلاکت اوسی فرہاد کا خار
کہٹکتا تہا وہ اوسکی لیہہ ہر بار
یہ اندیشہ تہا ہر دم شہ کی دلپر
کہ چہوٹی کوہکن کا عشق کیونکر

ہوا درکار اوسکو چارۂ کار
ندیمون سی کہا حال دل زار
کہ تدبیر ایسی بیدل کی بتاؤ
تصور اس سی شیرین کا چہڑاؤ

سراپا بیکلہ وہ بی سر و پا
جو مارا جای تو ہی سخت بیجا
کہا سب نی کہ ای شاہ جہاندار
ترا اقبال دائم ہو مددگار

نہ تیر ظلم سی ہی لائق صید
کرین زنجیر زر مین ہم اوسی قید
کوئی دنیا مین ایسا ہی بشر ہی
نہین دلسی جو وہ خواہان زر ہی

اگرچہ زر سی بہی ہوگا نہ وہ رام
بتائین سخت تر ایسا کوئی کام
فراغت ہو نہ جس سی زندگی بہر
اوٹہالی کوہ غم دلپر وہ جی بہر

سنا جسدم کہ شہ نی اس سخن کو
یہ فرمایا کہ لاؤ کوہکن کو
تو لائی لوگ اوس وحشی کو جاکر
تماشائی ہوئی سب خلق آکر

نہ ہرگز آپ سی اوسکو خبر تہی
نہ کچہہ پروای جان و فکر سر تہی
نہ داب خسروی لایا بجا کچہہ
نہ اوسکا ہوش ہرگز تہا بجا کچہہ

بحکم شہ ہوئی یہہ بارش زر
لگی انبار زر تہی اوسکی تا سر
نہ اوسنی سیم اور زر پر نظر کی
اوسی قیمت تہی یکسان خاک و زر کی

نہ دیکہا زر کا خواہان کوہکن کو
تو کہولا شاہ نی درج دہن کو
دکہایا شہ نی جو گوہر سخن کا
تو پایا اوس سی ہی جوہر سخن کا

خسرو و فرہاد کی بحث و تکرار سی عجب مزی کی گفتار ہی

کہا خسرو نی رہتا تو کہان ہی
کہا ملک محبت مین مکان ہی

کہا وہان لوگ کیا کرتی ہین بیوپار
کہا جان بیچکر غمکی خریدار
کہا جان بیچنا اک جاہلی ہی
کہا یہہ عاشقونکو عاقلی ہی

کہا عاشق ہوا تو کسپہ صادق
کہا دلکا ہی مین ہون جان سی عاشق
کہا ہی مہر شیرین دلمین کیونکر
کہا شیرین ہی جان سی عزیز تر

کہا عاشق رہیگا اوسکا کب تک
کہا قالب مین جب تک جان ہی تب تک
کہا معشوق وہ رہتا کدہر ہی
کہا ہر جا وہ مہ جلوہ گر ہی

کہا گر اوس سے وصل ہو تو کیا کر / کہا قربان کروں پاؤں پہ میں سر

کہا شیرین کو کیونکر کوئی پاتی / کہا جب جان ہی شیرین سی ہی جاتی

کہا مانگی جو تجھ سی تیرا سب رخت / کہا سمجھون [illegible] اب ہی سخت

کہا اس مہم مین کسکا ہی تجہی ڈر / کہا بس خطرۂ ہجران دلبر

کہا کیا عشق مین تیری ہی شاکی / کہا جو دشت و صحرا مین ہی جا کی

کہا گر عشق مین جان تیری جائی / کہا جینی کی لذت ہاتھ آئی

رواں پھر یون کیا تیغ زبانکو / کیا مجروح کیا اوسکی جانکو

بہت مشکل اک مطلب ہی میرا / جو بر لائی تو ہوں ممنون تیرا

جو اوسکو کاٹکر رستہ نکالی / تو گویا کوہ غم دلسی اوٹہالی

کہا فرہاد نی خوش ہو کی ای شاہ / اوکھاڑوں کوہ کو مثل پر کاہ

جواب اوس سے سنا شہ نی جسدم / تو چاہا قتل اوسکا ہو کی برہم

یہ کاٹیگا کہاں تک سنگ خارا / نہیں یہہ تہہ مین اسکی ہی یارا

ہوا جب عہد و پیمان شہ سی حاصل / اوٹھا فرہاد رخصت ہو کی خوشدل

کہا شیرین سی باز آ ہی وہ میری / کہا یہہ تلخ ہی تقریر تیری

کہا اب دوستی سی کھینچ دامن / کہا مت ہو مرا ای شخص دشمن

کہا یہہ عشق تیرا کار ہی خام / کہا پختہ ہوں میرا ہی یہی کام

کہا کیا تیرا کھانا اور پینا / کہا میرا ہی غم کھانی سی جینا

کہا کیوں صبر پر مائل نہیں ہی / کہا سینی مین میری دل نہیں ہی

ہوا شہ اوسکی ان باتوں سی ناچار / رہی آگی نہ ہرگز جا ہی گفتار

کہا سنتا ہوں تو ہی مرد کامل / نہیں ہر ایک کو قدرت یہ حاصل

کہ حائل راہ مین ہی ایک کوہ / رہا کرتا ہی جس سے دلکو اندوہ

دلائی پھر اوسی شیرینکی سوگند / کہ گر اس کام سی تو مجھکو خرسند

مگر یہہ چاہتا ہوں اوسکی اجرت / کری شہ ترک پھر شیرین کی الفت

مگر دلسی کہا کیا اسمین تکرار / بتایا مین کچھ آسان نہین کار

بظاہر شاہ ہو کر شاد و مسرور / لگا کہنی کہ ہی یہہ شرط منظور

بتایا شہ نی کوہ بیستون نام / کہ گر آغاز وہاں جا کر کی یہ کام

چلا محفل سی خسرو کی وہ بیدل / کہی امید وگہ تہی ہم حاصل

فرہاد کی کوہ کنی اور خارا شکنی

جو دیکھا کوہ اک پیش نظر تھا / بتونکی دلسی بھی وہ سخت تر تھا

منقش کر کی وہ دیوار سنگین / بنائی اوسپہ پھر تصویر شیرین

ہوا فارغ جو اوس صنعتگری سی / ہوا خارا شکن تیشی کو پھر لی

نہایت عشق کا شعلہ جو تھا گرم / تو پتھر موم کی صورت ہوئی نرم

وہ کار سخت اوسکو سہلتر تھا / کہ نام یار نقش کالحجر تھا

جو وقت شام کچھ فرصت وہ پاتا / تو پھر پیش بت دلدار آتا

یہ کہتا رحم کر ای سنگدل آ / خدا کیواسطی ای بت ترسا

ترا ای شمع پروانہ ہی یہ دل / شرار غم سی آتشخانہ ہی دل

پھر آخر جانسی با صد رنج و اندوہ / پہنچتا جذبۂ دلسی سر کوہ

کہ ای غارتگر اسباب آرام / نہیں سمجھا کوئی دنیا مین ناکام

تری الفت مین ایسا بخشش درمان / نصیب دل ہوا آزار ہجران

مریض ہجر کی حالت ہی جسکی / دوا عاشق کی کرنا ہی تو کر لی

مجھی ہی ہر گھڑی آرام ناشادی / مجھی ہر دم ہی یاس و نامرادی

غرض تیشی سی اپنی اول کار / تراشی کوہ سی اک وسیع دیوار

کہ جسکو دیکھکر مانی و ارژنگ / ہوئی حیرت سی یکسر صورت سنگ

سبکتر کاٹتا تھا وہ گران سنگ / کہ اکدن صاف کرتا چار فرسنگ

جو تھا وہ تیشہ زن زور ہنر سی / نکلتی آگ پتھر کی جگر سی

نہ لیتا صبح سی تا شام آرام / اسی محنت سی تھا ہر دم اوسی کام

فدا ہو کر کی کرتا اوسکا پابوس / بجاتا تھا دل پر غم کا ناقوس

تعشق مین تری ای بت گیا جان / ہوئی زنار زیب دوش ایمان

غرض کی نہایت آہ و زاری / دکھا کر بت کو دل کی بیقراری

بسوی قصر شیرین پھر نظر کر / یہ کہتا تھا وہ بیدل ہو کی مضطر

مکان دلمین تو جیسی مکین ہی / صبوری کو جگہ ملتی نہیں ہی

تپ فرقت مین ایساہی جہانتاب / یہ دل ماہی صفت بیتاب ہی بیتاب

کرا ہی بت کچھ اب پھر جلد غور / کہ تیری عشق مین میرا ہی کیا طور

مجھی وہاں شیر ہی ہر دم میسر / مین یہاں پیتا ہوں خون دل سراسر

اگرچہ کوہ غم دلپر اوٹھایا
بجز کاہش نہ کچھ ہاتھ اور آیا

نہیں گر رحم ہی تیغ ستم سی
چھڑا دی اس سر کو میری درد و غم سی

ہوا ہی دشمن جان میرا خسرو
ستایا ہی جو کار سخت مجھکو

ملی راحت نہیں ایسی محبت
بغیر از مرگ کب ملتی ہی فرصت

فقط جان تن میں تیری منتظر ہی
مگر نہ مرگ تو نزدیک تر ہی

نہیں کچھ غم جو نکلی جان مغموم
نہ ہو دیدار سی پر تیری محروم

اسی صورت سی وہ آہ و نالہ کرتی
پہر آتا پیش بت ہانسی اوترکر

سر اپنا بت کی پہر پاؤں پہ دہرکر
بسر کرتا فغان غم سی شب بہر

جو اوس بیدل کی سنتی آہ و زاری
فغان کرتی تدرو کوہساری

ہوا فرہاد کا افسانہ مشہور
کہ ہی مسکین غم شیرین میں رنجور

تو اوسکی دیکھنی کو لوگ جاتی
زبان پر یہہ سخن حسرت سی لاتی

ندیکھا کوئی ایسا عاشق زار
ندیکھا سخت ایسا کوئی کار

پلادی ساقیا اب کوئی ساغر
کہ جسمیں مست ہو جائی مرا سر

شیرین کا کوہ پر جانا اور فرہاد کو ساغر شیر پلانا

دکھائی جوشش دل نی تاثیر
ہوا مستغرق عاشق کا خبرگیر

نہیں جا عاشق کا جذبہ بی اثر ہی
کہلاتا سنگ کو سوز جگر ہی

وہ شیرین ایکدن بیٹھی تھی شادان
کھڑی تھی آگی غلامان و کنیزان

غرض وہ سیم تن کسینی پیش شیرین
بیان کی محنت فرہاد مسکین

کہ تیری عشق میں کاہیدہ تن ہی
تجسس میں تری وہ کوہکن ہی

کہا شیرین نے میں بھی چاہتی ہوں
کہ اوس مسکین کا جاکر حال دیکھوں

کہ کیونکر کاٹتا ہی وہ گران سنگ
نہ کار سخت سی ہوتا ہی دلتنگ

یہ کہکر وہ بت غیرت دہ ماہ
چلی اوس کوہ کی جانب بصد جاہ

نہ تھا اوس دن جو گلگون اوسکا رہوار
ہوئی وہ اور ہی گہوڑی پہ اسوار

رخ روشن سی کوہ رشک خاور
بنایا مطلع خورشید انور

ہوا یہہ عکس لعل لب درخشان
کہ سنگستان ہی اسا بدخشان

خیال لعل شیرین میں وہ مسکین
اوٹھاتا پارہ ہای کوہ سنگین

نہ تھا تیشہ آہن کا تھا وار
یہ از تیشہ تھی آہ برق کردار

فغان کا بسکہ پیدا تھا شرارہ
جگر پتھر کا ہوتا پارہ پارہ

خبر جب مقدم جانان کی پائی
تو گویا کان گوہر ہاتھ آئی

رخ پرنور جانان جبکہ دیکھا
تو سمجھا کوہ سی خورشید نکلا

ہوا اس دیکھتی ہی خود فراموش
رہا مطلق نہ جان تن کا کچھہ ہوش

شکر لب نے منگایا ساغر شیر
لگی کہنی کہ ای فرہاد دلگیر

تپ غم سی عبث اتنا ہی بیہوش
یہ ساغر ہاتھ سی کر اب نوش

پیا ہاتھوں سی شیرین کی جو ساغر
ہوا فرہاد کو وہ آب کوثر

نہ ہوتا پہر حلاوت کسطرح کام
کہ شیرین نے پلایا شیر کا جام

جو ہو دست صنم سی زہر بہی پیش
تو ہو عاشق کو دارو دل ریش

ہوئی پہر قصر کو شیرین روانہ
وہ عاشق تھا جلو میں جان مانہ

ہوا درماندہ پر شیرین کا رہوار
رہی مطلق نہ اوسکو تاب رفتار

وہ راہ سخت کوہستان جو کی طی
گران اندام تھا اسپ پری پی

یہ سمجہا دلمین وہ فرہاد مضطر
کہ گہوڑا ماندگی سی ہی بدتر

مبادا ہیا نہ یہہ محبوب چالاک
گری اس پا دبا سی بر سر خاک

لیا توسن کو گردن پر اوٹھا کر
رہی شیرین بہی قائم پشت زین پر

ہوا یون کاخ کی جانب شتابان
کہ پیچہی رہگیا خیل غلامان

غرض لیکر کو پہونچا کر وہ فی الحال
پہر آیا کوہ پر آشفتہ احوال

ملی دیدار جانان سی جو راحت
سمجہا رایگان اپنی وہ محنت

رہا مشغول محنت صبح اور شام
وہی تیشہ تھا اور اوسکا وہی کام

اور اوس پر وہ شاہ خسرو بھی ہر دم
اوٹھاتا فرقت شیرین سی تہا غم

خسرو کیطرفسی وہ پیام ہی جسسی فرہاد کا کام تمام ہی

مقرر شہ کی تھی صدہا خبردار
او نہین تھی جستجو حال دلدار

مگس گر بیٹھتی شیرین کی تن پر
خبر فی الفور کہتی شہ سی جاکر

گئی آئی جو شیرین بیستون پر
خبر دی شہ کو ہرکارون نی آکر

کہ شاہا ہی جو فرہاد دل افگار
نصیب اوسکی ہوا شیرین کا دیدار

یہہ سنکر دست کہتا ہی وہ بیدل
کہ پتھر کو بنایا اوسنی ہی گل

ہوئی یہہ آب تیشہ کی روانی
کہ زہرہ سنگ کا جس سی ہی پانی

جو کی محنت کشی یون اوسنی یکبار
نکالا ایک میان کوہ سی راہ

ہوا خسرو نہایت سنکی مضطر
ہوئی فکر ادا کی شہ با دلپذیر

لگا پھر سوچنی وہ چارہ کار
تو کی سب نی یہ شہ سی ملکی گفتار

عبث اس غم سی شہ اتنا ہی دلگیر
بتاتی ہم ہین اوسکی سہل تدبیر

کہ بھیجی ایک قاصد شہ وہانپر
سنائی مرگ شیرین اوسکو جاکر

دگرگون سنکی حال اپنا کریگا
خدا چاہی جئیگا یا مریگا

پسند شہ ہوئی اون سبکی گفتار
کہا لاؤ کوئی پیک جفاکار

ترشرو ڈھونڈکر کوئی نکالا
کیا یہ تلخ کام اوسکی حوالا

کیا امیدوار عزت و جاہ
کیا راہیں بتا کر اوسکو گمراہ

کسیکی غم سی کب وہ تنگدل تھا
کہ پتھر سی زیادہ سنگدل تھا

حقیقت مین وہ اک پیک اجل تھا
کہ حامل تھا پیام جانگسل کا

سوی فرہاد آیا سنگدل مرد
کہا اک آہ دل سی کھینچکر سرد

کہ اے فرہاد واویلا صد افسوس
رہا اب قصد دل سی تو بمایوس

عبث محنت مین کھوتا اپنی جان ہی
کہ محنت تیری سب ہی رائیگان ہی

اوٹھایا جسکی پیچھی کوہ غم کو
وہ شیرین اب گئی راہی عدم کو

ہر اک اس غم سی صد پارہ جگر ہی
سبب کیا ہی نہیں تجھکو خبر ہی

سنا جسدم کہ شیرین کر گئی فوت
گوارا اوسنی بھی کی تلخی موت

سراسیمہ ہوا مانند بسمل
وہ سمجھا راست یہ پیغام باطل

ہوئی وہ آتش غم دل مین سوزان
جلایا جسنی یکسر خرمن جان

لگایا تیشہ سر پر بادل چاک
گرا کوہ الم سی بر سر خاک

وہ سمجھا مرگ کی مشکل بھی آسان
کہ تھی پیش نظر تصویر جانان

قفس کو تن کی یکسر کرکی ویران
اوڑا عنقا کی صورت طائر جان

زمانی کا عجب دیکھا نیا ڈھنگ
کہ ماری جو دل عاشق پہ یون سنگ

اجل آتی ہی جسدم سر پہ عاجل
نہیں رہتا تمیز راست و باطل

رہا قائم نہ فرہاد قوی دست
ہوا وہ گردش دوران سی یون پست

جو ٹکری تکڑی کرتا تھا اجل کو
وہ خود آیا تلی سنگ اجل کی

جو جان پروانہ سان جلکی دی ناکام
تو عشق شمع و یا انہین کیا نام

مرگ فرہاد مین شیرین کا ماتم اور دفن کرنا بصد غم

ہوئی آگاہ جس ساعت جانان
کہ دی الفت مین یون جان دی جانان

بہت کر یاد غمخواری احسان
ہوئی وہ برقوش جون ابر گریان

ہوئی بس اشک خونین کی روانی
سمنگون وہ رخ تھی زعفرانی

یہ کہتی تھی وہ حسرت سی دلارام
کہ دنیا سی گیا فرہاد ناکام

نکیون بس ترحم کرتی اپنی جی سے
کہ اوسکی غم مین تہہ تک پہنچے

کبھی بیتاب ہو کر خود وہ دلدار
سر بالین فرہاد دل افگار

کفن دیکر بہ اعزاز تمامی
کیا دفن اوسکو با رسم گرامی

سر بالین جو تھی وہ رشک گلشن
ہوا رشک گلستان اوسکا مدفن

بنایا اوس بہشتی وضع گنبد
ہوا اک رشک جنت اوسکا مرقد

لگایا اوسمین یکسر سنگ مرمر
جڑی اوس پر برابر لعل و گوہر

زیارت لوگ کرتی تھی وہانکی
کہ تھی تربت وہ اک بیخانمان کی

پھری آخر کو شیرین ہاں سی غمناک
نشان سچ ہی نہ دنیا سی بجز خاک

ہوا اس حال سی خسرو ہراسان
ہوا کردار سی اپنی پشیمان

یہ کہتا تھا کہ مجھسی یہ ہوا کام
بدی کا نیک ہرگز ہی نہ انجام

طلب کرکی دبیر تیز خامہ
یہ فرمایا رقم کر ایک نامہ

لکھا شیرین کو نامہ اوسنی مسطور
کہ فرمایا تھا شہ نی اوسنی جسطور

قلم کی چاشنی اوسنی دکھائی
عیان جس سی ہی کہنائی اوڑھائی

نامہ خسرو کی تحریر ہی جسکا مضمون معشوقکا دلگیر ہی

پس از حمد و ثنا ہاں ہی آگہی
لکھا نامی مین یہ مضمون شاہی

کہ اے شیرین بت محبوب دلبند
ترا خسرو ہی ہر دم آرزومند

تری جنسی جہانکو روشنائی
ہر اک صحبت سی تجھکو پارسائی

سنا یون ہی کہ تیر ناگہ فلکسی
اوٹھائی تونی صدمی ہجر و غمکی

الم ہی مرگ یار پر ہوس کا
نہ کیونکر غم ہو اپنی ہم نفس کا

گل خاطر پہ خار کوہکن ہی
دل نازک پہ بار کوہکن ہی

پریشان لف کی غم مین سراسر
کشا ہی چشم نی اشکون کی گوہر

بنایا باغ دل کاشانہ غم
کیا سرو روان کو نخل ماتم

یہی ہوتی ہی شرط دوستداری
کری جو دوست پر یون شکباری

پر اتنا ابھی بہ زندگانی
نکہ رخسار گلگون زعفرانی

نرکہہ صرفی بلی اوسکی چاک دامان
کہ اب تو خار غم سی پاک دامان

نہین مطلوب دل تیری سوا ہی
کہ درد دل کی میری تو دوا ہی

تری تیغ جفا سی وہ ہوا ریش
نہین ہرگز علاج کردۂ خویش

وفاداری نہین عمر روان سی
پہری کب تیر چہٹکی کمان سی

جو جنس حسن کا ہی گرم بازار
بہت ہوجاینگی اوسکی خریدار

کیا نامہ نویسندی نی طیار
دیا شہ نی بلا اک پیک ہشیار

وہ نامہ لیکی دست پیک سی زود
پڑہا سرتا بپا شیرین نی خوشنود

جو پروانی نی یون دی شمع پر جان
سجا ہی شمع گر اوسپر ہی گریان

عبث کہانا ہی گل کو سقدر خار
کہ گل کی ہین بہت بلبل خریدار

اگرچہ ہم نہین بسی ہین دلسوز
ترے طالب ہین پر دلسی شب و روز

مگر فرہاد ہی کی دلمین جا ہی
مُوا اپر تو اوسکی مبتلا ہی

رہی گر عمر بہر اس غم مین دلگیر
نہین ملنی کی اوس سی کوئی تدبیر

نہین کچہہ سود اس غم مین حاصل
بجز نقصان جان و کاہش دل

نہین کچہہ غم لب شیرین سلامت
بہت فرہاد ہین شیرین سلامت

تو اوسنی خدمت شیرین مین جا کر
دیا نامہ ادب سی سر جہکا کر

لگا سینی سی گویا دلپہ بہالا
ولیکن دلکو پہر اوسنی سنبہالا

رہی فکر جواب نامہ و پیر
کہ مضمون کونسا ہووی خوشتر

مریم کا مرنا اور خسرو کا اوسکی غم مین ماتم کرنا

نہ بس وزیر ازل سی دور گردون
سپہر اکتا ہی پیوستہ دگرگون

رہا عاجز شہ خسرو دوا کر
عمل کرتی دوا اک ہی اجل کر

بُرا اروہی زمین قدر رشک شمشاد
ہوا وہ سرو سرسبز ایسی آزاد

بہت کر اوسکا پاس عزت و جاہ
رہا ماتم نشین شہ تا بیک ماہ

رہی نیلی بدن پر اک پوشاک
رہا ماتم مین اوسکی چشم نمناک

ہوئی اول غم مریم سی شادان
سبب جسکی تہی پابند حرمان

بپاس خاطر شہ تا بیک ماہ
کیا عیش و طرب سی دست کوتاہ

وہ مریم تہی جو اک معشوق غمخوار
ہوئی تقدیر کی خواہش سی بیمار

سموم مرگ نی پہر وہ گل پاک
گرایا شاخ ہستی سی سر خاک

شہ خسرو نی اوسکی حسن کا گنج
چہپایا خاک مین جا کر بصد رنج

ہوا برپا جو تہا دلپر غم سخت
نرکہا پاؤن اوسنی بر سر تخت

سنا شیرین نی یہہ احوال جس دم
ہوئی سنتی ہی باہم شادی و غم

ولیکن پہر وہ فرزند مرگ کر یاد
رہی عبرت سی بس غمگین و ناشاد

یہ سوچی دلمین پہر وہ غیرت ماہ
کہ لکہون اب جواب نامۂ شاہ

لکہا اوسنی جواب نامہ یکسر
کہ تہا تلخی مین فلفل سی فزونتر

نامۂ شیرین کا مضمون ہی حسب اشتیاق شہ افروزی

لکہا بعد ثنا و حمد غفار
کہ ای خسرو شہنشاہ جہاندار

پر اک شیرین جو ہی ناکام و مہجور
رہا کرتی ہی قرب شاہ سی دور

سنا جس دم سی ہی مریم کا احوال
مراد دل ہو گیا ہی غمسی پامال

مگر لازم نہین رہنا ہی پر غم
کہ شہ کی غم سی اک عالم ہی پر غم

جہان گل ہی وہان پر خار بہی ہی
جہان صحت وہان آزار بہی ہی

ہوئی دنیا مین پیدا جو جز و مند
رہی کب شادی و غمگی وہ پابند

جو مہجورون کا غم دلسی بہولایا
عوض مین اوسکی صدمہ وہ اٹہایا

نہین نہ دیک شہ گرچہ کوئی نیک
مگر افضل کیا ہی ایک پر ایک

جو قایم ہی ترا حسن جوانی
تو پہر حاصل ہی عیش و کامرانی

تری سایی سی عالم کو ہی آرام
نہین ڈہونڈی سی ملتا کوئی ناکام

بجا لاتی ہی رسم خادمانہ
کہ ہی خواہان لطف خسروانہ

بجا اوس بت کا غم شہ کی ہی دلپر
کہ رکہتا تہا اوسی جانسی فزونتر

کیا ایزد نی عالم جبسی پیدا
کئی باہم غم و شادی ہویدا

ولیکن انتظام ایسا کیا ہی
تحمل فراق انسان کو دیا ہی

یہ بہتر ہی نکر اب نالہ و آہ
کہ آخر پیش ہی سبکو یہی راہ

جو دست حرص شہ ہوگا کشادہ
ملیگا کوئی مریم سی زیادہ

گلو نہی کب ہی باغ دہر خالی
یہان ہر گل مین اک خوبی نرالی

رہی تو ای شہ عادل سلامت
بہت دلبر ہین گرچہ دل سلامت

دیا قاصد نی نامہ شہ کو جا کر
پڑہا خسرو نی شوق دلسی لیکر

سجایا ہی اوسنی جو داد سخن دی
کہ شکر کا جواب اخیر ہی ترکی

لکہا نامہ بعجز و خاکساری
روانہ کی پہر اک زرین عماری

ولیکن وہ بت محبوب طناز
رہی وہ سرکشان شہ سی بصد ناز

لگی پہر سرکشی کرنی وہ دلبر
شکایت کی دئیی کہول اوسنی دفتر

ہوا طرز سخن سی اوسکی حیران
کہا دلسی نہایت ہو پشیمان

ہوئی مطبوع شہ شیرین کی تحریر
لگا پہر وصل کی کرنی وہ تدبیر

بہت کی پہر نیاز و چاپلوسی
کہ یہان آئی باآئین عروسی

اگرچہ شہ پہ وہ عاشق بجان تہی
تلون سی وہ شہ کی بدگمان تہی

کہا خسرو نی دلمین کی مجبور
کہ اپنی حسن پر مین بہی ہون مغرور

کرون ایسی کسی دلبر کو ہمخواب
کہ جسکی رشک سی شیرین ہو بیتاب

بیان عدالت خسرو نامور کا اور عشق شکر نام دلبر کا

شہ خسرو جوان تہا اک طرحدار
متاع نو کا تہا ہر دم خریدار

وہ رکہتا پانچ صف مردم کی آگی
رہی جو روستم سب اوس سی بہاگی

سوم صف مین کہڑی ہوتی تہی بیمار
چہارم صف مین محبوس گرفتار

نقیب آواز پہر دیتا تہا اس طور
کہ پیچہی پہر کی سب اپنی کرین غور

جو مفلس دیکہتی تہی حال بیمار
تو صحت پر وہ کرتی شکر بسیار

قصاص خون بیان قیدی سمجہکر
بہت کچہہ شکر کرتی زندگی پر

غرض کرتا تہا یون خسرو عدالت
کسیکو تا نہو رنج و ملالت

غرض اک روز وہ شاہ جوان بخت
ہوا تہا جلوہ آرای سر تخت

سپہدار ختن سالار چین تہی
شہ خسرو کی سب فرمان گزین تہی

ہوا خسرو پہ کیفیت سی دوبالا
حیا نی پاؤن پردی سی نکالا

کوئی بولا کہ خوبی روم مین ہی
لطافت ہند کی مرز و بوم مین ہی

کوئی کہنی لگا ہو کر یہ دلشاد
کہ شاہا حسن سی ارمن ہی آباد

غرض اک شخص پیش شاہ خسرو
ہوا اس طور شہ سی داستان گو

وہ ایسی اک بت شیرین ادا ہی
کہ خواہان جسکی سب خلق خدا ہی

سہی اک عیب کہتی ہی وہ دلبر
کری جو چاہی اوسکی گہر مین بستر

تعجب کیا یہ شیرین ادائی
کہ ہو بازار کی شکر مٹہائی

ہوا شکر کا شہ کی دلمین یہ شور
کہ ہر دم عشق کی گرمی کا تہا زور

یقین ہی ورنہ ہو پہر اوسکی گرمی
نہ بی آہن کی ہو آہن کو نرمی

وبظاہر وہان لگا جانا ہی معیوب
یہان بلواون تو یہ بہی نہین خوب

جہانمین یہ مثل مشہور تر ہی
نہین وہ عیب جسمین کچہہ ہنر ہی

ہوئی فرمان جاکی جو شکر کی استاد
ہوا لشکر فروش خرم و شاد

اگرچہ مائل عیش و طرب تہا
عدالت سی مگر غافل وہ کب تہا

صف اول مین ہوتی تہی تونگر
دوم صف مین تہی سب محتاج و بی زر

صف پنجم مین خونی پابزنجیر
عقب تہا اونکی خط عفو تقصیر

جو مفلس چشم منعم مین گذرتی
تو حال اپنی پہ منعم شکر کرتی

مریض اون قیدیونکی دیکہہ حالت
سمجہتی اپنی آزادی غنیمت

وہ خونی دیکہہ خط عفو تقصیر
سپاس و شکر کی کرتی تہی تدبیر

رہین شہ دار اور محتاج شاکر
رہی ہر حال مین ہر ایک صابر

ہوئی حاضر وہان حکام ایران
کہ تہی سب حاکم رتبی تا سپاہان

ہوا اوس بزم مین جب دور ساقی
رہا اوس جا تکلف کچہہ نہ باقی

یہ پوچہا سب سی پہر باصد نکوئی
بتاؤ گر کہین دلبر ہو کوئی

کوئی چین و ختن کی تہا خبردار
لگا کہنی کہ وہان ہی حسن بسیار

کوئی کہنی لگا قصای کشمیر
عجائب حسن کی رکہتا ہی تاثیر

شکر نام ایک دلبر غیرت ماہ
سپاہان مین ہی شہ کی حسب دلخواہ

رطب لب ہین زنخدان سیب ہی
حلاوت مین وہ ہی تنگ شکر ہی

طبیعت ہی تجرد اوسکی عیاش
برنگ بوی گل ہی ہی وہ فاش

کیا وہ شربت لب جسنی ہی نوش
رہا مانند میخوار اوس بیہوش

کہا گر دوستی شکر سی ہو گرم
تو بیشک کچہہ تو ہو شیرین کو بہی شرم

کئی اندیشہای وصل شکر
اگر صورت یہ ہو شکر میسر

رہا صابر اس اندیشی مین چہہ سال
کسیکو بہی نہ بتلایا کچہہ احوال

ہوا پہر صید کا کرکی بہانہ
سپاہان کی طرف خسرو روانہ

پہی جسدم کہ شہ نی می کی ساغر
ہوا ذوق شکر قند مکرر

بلایا شہ نے اوسکو ہو شگفتہ
کیا ناسفتہ گوہر اوسکا سفتہ

غرض لشکر کی شہ شکر کو ہمراہ
مدائن لو گیا پھر قصہ کوتاہ

اگرچہ شہ ہا شکر سے باہم
نخواہش پر ہوئی شیرین کے کم

شکر کو یہہ نہ بات آئی گوارا
لگا گھلنے بدن حسرت سے سارا

جو شہ تہا عاشق شیرین دلبر
شکر نے اور گرمی کی فزونتر

یہ کہتا تہا وہ اپنے دل سے ہر بار
نہیں شیرین تو پھر شکر سے بیکار

عبث میں اسقدر ہو کر خردمند
مگس وار اب ہوا شکر کا پابند

تسلی بخش مجھکو کب شکر ہے
مریض عشق کو شکر ضرر ہے

کبھی کہتا تہا یوں ہو کر پشیمان
کہ ہو نہیں دہر میں سرار شاہان

تعجب ہے کہ خسرو نام رکھکر
رہوں میں خادم شیرین و شکر

یہ بہتر ہے رہوں چندے شکیبا
کہ رسوائی نہیں شاہوں کو زیبا

عبث ان دلبرونکے دلکو ہے چاہ
نہ بہولے سے خفا کی جو چلیں راہ

غرض اسطور دیکر دلکو تسکین
وہ رہتا تہا کبھی خوش گاہ غمگین

بیان شب تار کی جسمیں شیرین کا دل بیقرار ہے

ہوئی اک دن یسی شب نمایان
رخ عالم پہ تہا ظلمت کا سامان

سیاہی میں سیاہ بخت برہم
درازی میں برنگ زلف پرخم

برہا یا اوسنے یہانتک کہ دامن
کہ خورشید تہی جسمیں صبح روشن

وہ سرمہ سی سکی آنکھوں میں لگایا
کہ بینا کو بہی نابینا بنایا

وہ شب پر ہول کچھ یوں سیہ تہی
پر پروار اوس سے خایف صبح کی تہی

صدای سرزنی برگ اشجار
جگر ہیبت سے شق کرتی تہی ہر بار

ہوای تند سے بس شب تار
چراغوں کی لبی تہی اک سیہ مار

پر اوس ظلمت میں شیرین کا وہ رخسار
بجای شمع یکسر تہا منور

نگینی یوں شب میں تہی دو شیرہ
منور جسطرح کالی کا ہو من

کبھی تہی لعل کیتہی میں فروزان
مگر اک آہ کی مشعل تہی سوزان

غرض شیرین نے جب دیکہا یہ سامان
ہوئی تنہائی سے اوسدم ہراسان

یہ کہتی تہی نہایت ہو کی نالان
ہوا کیوں چرخ میرا دشمن جان

یہ شب ہے یا بلای ناگہانی ہے
رخ روز طرب جس سے نہان ہے

یہ شب کہتی ہے کیا اسکی تاب ہے
خبر دیں صبح کی جو ہے گلوگیر

عجب اندھیر صرصر نے کیا ہے
چراغ روز کو گل کر دیا ہے

ہوا جاتا ہے دل اس شب سے پامال
کہ اسکی اک گہڑی جیسے ہے اک سال

یہ بہتر ہے جو جان تن سے بدر ہو
خدا اس رات کی جلدی سحر ہو

عجب شیرین کے تہا اس غم حالت
بجی آخر سحر ہونے کی نوبت

دیا حق نے یہ تبہ صبحدم کو
کہ ہوتا ہے زوال اسوقت غمکو

شیرین کی زاری اور مناجات بدرگاہ باری

کلید مخزن مقصود ہے صبح
کہ وقت طاعت معبود ہے صبح

جو بیمار و نکی شب گذری ہے ناکام
سحر کیوقت وہ پاتی ہیں آرام

کیا کرتی ہیں اوسدم مرغ وماہی
صفای قلب سے یاد الہی

خدا سے وہ سکہہ جو دل لگائی
یہ کیا ممکن مراد اپنی نپائی

بت شیرین بہی بیساوقت پاکر
ثنا ہی خدا لائی زبان پر

کیا اکرون کو سجدہ میں پن خم
دعا کرنے لگی با چشم پرنم

کہ ای حاجت روای مستمندان
عطا کر مجھکو درد دلکا درمان

نہیں تیری سوا ہی کوئی غفار
تو ہی ہے اک گنہ بخش گنہگار

تری در پر جو آئی کوئی مغموم
نہیں پہرتا تری رحمت سے محروم

تو ہی ہے بندونکا اپنے دادرس ہے
سوا تیری کہاں فریادرس ہے

کرون کیا عرض مطلب آشکارا
عیان ہے حال میرا تجہہ پہ سارا

اگر صد رنج و محنت سے ہوں دلریش
تری رحمت مری تقصیر سے ہی بیش

شب غم کی مری یارب سحر کر
نہ کچہہ میرے گناہوں پر نظر کر

رہی گریان جو یوں شیرین غمناک
ہوا آخر کو لطف ایزد پاک

اثر بخشا یہ شیرین کی دعا کو
کیا اوسکا گدا پھر بادشاہ کو

جانا خسرو کا بعزم شکار جانب قصر دلدار

پلا ساقی کوئی صہبای مرغوب
کہ دلکو پہر ہوا ہے میل محبوب

بحکم حق اوسی شب کی سحر کو
اوٹھا شادان و فرحان شاہ خسرو

کیا دلمیں جو اوسدم میل نخچیر
ہوا طیار وہ شاہ جہانگیر

جلو میں اوسکی وہ خیل و حشم تہا
جو انبوہ ملخ سے کچہہ نہ کم تہا

بصد آئین و زینت شاہ پرویز
وہیں چہوڑا اوسکو گہر شاہ نی اوس رباز
ہوا آسودہ جسدم صید سی شاہ
رہا جب قصر شیرین ایک فرسنگ
بہت چلا رہی تہی شہ پہ سستی راہ
ہوا جب مست کیفی سی یکبار
چلا یہ باسوی محبوب طناز
خبر دی خدمت شیرین مین آکر
وہ دم تہا اوسکو پاس ننگ ناموس
ولی پہر کر کی پاس عزت شاہ
سوار اسپ پر وہ جانہ نیز
کمال مہر سی وہ ماہ پارہ
سوار یمین وہی شبدیز ہوا
رخ گلگون تہا گلشن سی کچہ کم
نگاہ مست سی تہا سحر پیدا
حضور شاہ تہی مانند بلبل
اگرچہ تہی وہ خود غارتگر ہوش
کہ تہی مدت سی آشفتہ مرا دل
ہوئی درپیش اوسکو سخت مشکل
سواری شہ کی جب نزدیک آئی
قریب در جو شہ تشریف لایا
نگہبانوں سی پوچہا کیا ہی منظور
کہ کریوین عرض تو شیرین سی جاکر
زیادہ کر نہین تنہا گوارا
کنیزون سی کہا شیرین نی سنکر
بچہا کر فرش دیبا اوسکی اندر
ہوا ہی گر ہمارا آکی مہمان

بیابان کی طرف پہونچا جلوریز
در صید افگنی آخر ہوا باز
تو وہان سی منزل مقصد کی لی راہ
فروکش وہان ہوا شاہ جہانگیر
کیا آرام شب کو تا سحر گاہ
ہوئی پہر آکی ہمدم اور دلدار
لئی ہمراہ غلام چند ہمراز
کہ آیا شاہ تنہا وقت پاکر
سجا ہا اوسنی جسدم شمشم کا پابوس
کہا لوگون نی لو کچہہ نقد ہمراہ
بچہاؤ راہ مین شہ کی سراہ
لگی کرنی وہان ہر سو نظارہ
صبا سی بہی سبک جسکی تہی رفتار
عرق چہرہ پہ تہا مانند شبنم
کہ تہی نی تیر صید آہوی صحرا
لئی ہاتہوں مین اپنی دستہ گل
رہی تا دیر بیہوشی سی بیہوش
کیا تیغ ادا نی اوسکی بسمل
بسان سرو تہی وہ پانو در گل
سٹرک زربفت و اطلس کی بنائی
نگہبانون نی سیم و زر لٹایا
وہ بولی حکم سی ہین سخت مجبور
شہ خسرو ہی حاضر تیری در پر
اجازت ہو کہ کر لی اک نظارہ
کہ ہی موجود خیمہ جو کہ پر زر
کرو قائم وہان اک کرسی زر
کہون جسجا رہی وہ شاہ ہشیار

طلب شہ نی کئی صیاد پرفن
ہوا پر جب اوڑا باز سبکپر
غرض پہونچا سوی ایوان دلدار
زبس تہی ان دنون فصل بہار
کئی شب ہو گئی صبح منور
منگا کر اوسکہڑی وہ اسپ شبدیز
قریب کاخ پہونچا جب شہنشاہ
جو شیرین نی سنا تہا حال شہ کا
نگہبانان در تہی جو کہ ہشیار
شہ خسرو یہان پر جبکہ آئی
یہ فرما کر کی پہر وہ دلارام
ہوئی گرد ایک جانب سی نمایان
قریب سر پہ تاج خسروانی
وہ خواب آلودہ آنکہین جام سرشار
غلامان پریرو با صد انداز
ہوئی اوسدم نگاہ مست خسرو
جو ہوش آیا لگی کہنی کہ ہیہات
کرون گر وصل مین اوسکا میسر
سواری شاہ کی دیکہی جو یکبار
زبس تہا فرش اطلس صاف و دلکش
در مقصد وہ دیکہا شہ نی بستہ
کسیکو پہر بلایا شاہ نی پاس
یہ بہتر ہی جو ہو جاوی ملاقات
گیا خدمت مین شیرین کی وہ دربان
برابر کاخ کی باہر نصب ہو
مری جانب سی کہنا کاخ اوس
وہ دم فرصت مین آونگی لب بام

یہ فرمایا کہ ہو رہین صید افگن
بچا اوس سی نہ پہر کبک و کبوتر
کہ جسکا جان و دل سی تہا طلبگار
ہوا جب بستہ وہ سار گلستان
تو بیٹہا بزم مین مسرور جاکر
ہوا اوس پر بصد زینت سبک خیز
ہوئی احوال سی دربان آگاہ
شکر رنجی ہوئی دل مین مکرر
کہا اوسنی نکہولین در کو زنہار
تو سر پر اوسکی ہر اک زر لٹائی
ہوئی جلوہ کنان جاکر لب بام
نظر آیا وہ خسرو شاہ خوبان
عیان چہرہ سی تہا فر کیانی
کہ تہی خوبان عالم جسکی بیمار
بصد زینت سوار توسن ناز
بسان تیر شیرین کی جگر کو
کرون کیونکر نہ مین اوسکی ملاقات
تو بدنامی جہان مین ہو سراسر
تو دوڑی سب نگہبانان ہشیار
ہوا گہوڑون کی سم سی وہ منقش
رہا حیرت سی یکسر دل شکستہ
یہ فرمانی لگا اوس سی بصد یاس
بغیر اسکی بہر مشکل ہی یہ بات
کہا جاکر پیام شاہ ذیشان
گلاب و عطر سی چہڑکو زمین کو
کیا الفت مین تونی مجہکو پابند
کرونگی عرض مین کچہہ لکہا پیغام

کنیزون نی سنا جب حکم سطور
کیا طیار ساماں جا کی فی الفور

غرض نقل و شراب ارغوانی
مرتب کر کی سارا میہمانی

پری پیرو با دف و چنگ چگانہ
گئی شیرین کی خدمت مین دوانہ

ہوا پھر میل آرائش جو دلکو
نہائی آب گل مین وہ سمن بو

وہ گیسو تہی جو سنبل سان پریشان
بنی شانہ سی مثل مار پیچان

ملا گلگونہ اوسنی زنحکی اوپر
گل تر کو ملا اک رنگ دیگر

وہ زیور یون فروزان تہا بدن پر
سپہر حسن پر گویا تہی اختر

وہ پیشواز زری اوسکی بدن پر
کبہی تو چاندنی چھٹکی سمن پر

غرض تہین رسم حسن اپنی ادائی
وہ بت ہاتھوں مین ہاتہہ اپنا ملائی

سر کاخ اس شہ کی پہنچی دلارام
ہوئی جلوہ کنان جا کر لب بام

سر شہ پر لٹائی گوہر ناب
بجا لائی رسوم عجز و آداب

سوال خسرو کا بلجاجت متضمن شکر و شکایت

اوٹھا کر آنکھ دیکھا جبکہ شہ نے
تو کی تسلیم جھک کر شکر نے

ہوا جب شہ دوچار اوس سیمبر سی
کہا خورشید نکلا ہی کدہر سی

شراب الفت دلسی وہ بیدل
رہا مدہوش جان و تن سی غافل

جو ہوش آیا تو پہر کر شکرباری
دعائین دین دکہا کر خاکساری

کہ ای تازہ بہار گلشن حسن
رہی رنگین ترا پیراہن حسن

رہی سر سبز تیرا سرو آزاد
بہار حسن دائم خانہ آباد

نہین آزردہ تو مجھ خستہ جان سی
ادا ہو شکر سکا کس زبان سی

مرا غنچہ صفت جو تنگ تہا دل
نسیم خلق سی تیری گیا کہل

یہی لازم تہی شرط دلنوازی
جو کی عاشق کی تو نی چارہ سازی

زر و گوہر بپاس جاہ عاشق
کبہی صرف نثار راہ عاشق

حریر و اطلس و زربفت و دیبا
کیا امید تہی یکسر فرش زیبا

ولی اک بات سی ہون سخت دلگیر
ہوئی ظاہر خلاف جاہ توقیر

مین آیا ہو کی اتنا آرزو مند
مگر صد حیف در تو نی کیا بند

اگرچہ کی کچھ خدمت مین تقصیر
ولی اس از کی جب ہی تقصیر

کہ تو ہی مہر بام برترین پر
مجھی ذرہ صفت چھوڑا زمین پر

جو مجھکو تو نی ہی مہمان بنایا
تو کیون اسطرح نظرون سی گرایا

نہین گرچہ مجھی غرور شاہی
ولی حرمت ہی یہ اداہی

یہ کب ہی لائق رسم کریمان
کہ برتر آپ بیٹھین پست مہمان

ہنسی سنکی وہ محبوب طناز
دیا پاسخ دکہا کر ناز و انداز

جواب محبوب طناز بصد کرشمہ و ناز

کہ ای شاہ نکو سیرت نکوبخت
مقرر تیری پائینی رہی تخت

ہوئی جلوہ کنان گرچہ لب بام
تو زیبا ہی کہ مہرو نہین ہی نام

ہوا خورشید نیلوفر کا دلبر
کہ وہ ہی آسمان پر یہ زمین پر

جو فرمایا یہ تو نی اسکدر بند
کہ کیون بی وجہ دروازہ کیا بند

سبب یہہ تہا کہ سلطان ہی بی ناز
نہین ممکن مگر جو بندہ آز

یہ سب سامان مہمانی ہی موجود
سوا اسکی ہوس کرنا ہی بی سود

بہلا ہو کسطرح قربت کا سامان
کہ تو ہی مست زمین پاکدامان

جو اس موقع مین حاصل ہو وہی قربت
تو بیشک خلق کو ہی جا ہی تہمت

یہ تہا شایان رسم خسروانہ
کہ دستور کوئی کرتا روا نہ

ادا کرتا وہ پیغام عروسی
تو کرتی مین بہی شہ کی پابوسی

خیال غیر کا کر دلسی اخراج
بناتا شاہ مجھکو فرق کا تاج

ولی برعکس سوچی تو نی یہہ گہات
کہ زور خسروی سی آئی گر ہات

تو مثل گل کوئی دم خرم و شاد
اوٹھا کر اوسکی بو پہر کر دی برباد

مجھی ہی پاس رسم بادشاہان
مروج یہان نہین رسم سپاہان

تجھی میٹھی ہی اک شکر کی غیبت
نبائی قند شیرین کی حلاوت

مین شیرین ہون وہ شکر تیری یار
اوسی شکر کی شیرین جان گرفتار

مناسب کیا ہی مجھ سی یہہ ظرافت
کہ ہو مین قیدی زندان آفت

ملی ہی مرغ و ماہی کو بھی آرام
مگر مین بحر غم مین ہون ناکام

کہ ہون بحر بلا مین غرق دن رات
نہ آیا ساحل مقصد کبہی ہات

اگرچہ غرق دریای بلا ہون
ولیکن ایک دُر بی بہا ہون

جو بحر عشق مین غوطی لگائی
دُر ناسفتہ اوسکی ہاتہہ آئی

وہ عاشق ہی نہو جو محو آرام
نہ کبہی کچھ قرار و صبر سی کام

بجز فر و شکوه بادشاہی — بتا سچ تونی کیا محنت اٹھائی
کیا ہی سر مین کب عشق مین چاک — اڑائی کب ہی راہ عشق مین خاک
تہ دلسی کیا ہی کب مجھی یاد — مری ناشاد دلکو کب کیا شاد
تعشق مین کیا اپنا ہی نام — لیا شاپور اور فرہاد سی کام

سوال شاہ سرفراز بکمال سوز و گداز

سنا شہ نی یہ جسدم مہ لقا سی — دیا پاسخ لب مہر و وفا سی
کہ ای مہر سپہر خوبروئی — جہانگی ختم ہی تجھپر نکوئی
اگرچہ ہی عتاب دلبران سیم — نہین عاشق کو شیرین سی کچھ بیم
ہوئی سنو جہان سی ای ماہ پارہ — بلندی تیری اب مجھکو گوارا
نہین صورت کوئی ای ماہ تابان — کہ ہون ہالی کی صورت گرد تابان
خدا نی سرو کو دی ہی بلندی — ادہی کب قصہ کوتہی ارجمندی
کیا تونی نثار زر جو مجھ سے — عوض اوسکا بہلا ہو مجھسی کیونکر
بلندی مجھکو کچھہ ہوتی جو تجھپر — تو کرتا مین نثار شکر نکی گوہر
اگرچہ پادشاہی مین ہون مشغول — گدائی پر تری در کی ہی مقبول
ہوا ہون تیرا بندہ بندگی گوش — کیا الفت کو تیری حلقہ گوش
ہوا ہون بندہ گیسوی دلبند — نہ آزادی کا مطلق آرزومند
زبانی مین تمہین سے راز دلکا — نہین لیکن سزائی کا سزاوار
کمان تیرا اسیر ہی یہ باطل — کہ ہی تیری سوا مائل کہین دل
مگر شوخی سی تونی ای پریرو — جو رکہی یاد میری دلسی یکسو
غم ہجر انمین جانا ہو گی مجبور — کرون دلکو کسی دلبر سی مسرور
مگر یہ دل جو تیرا مبتلا ہی — ہر اک دلبر مری دلکو برا ہی
مری آنکھون مین اک تو جلوہ گر ہی — نہ ہرگز دوسرا اندر نظر ہی
خدا کیواسطی اب ای پریرو — نہو عاشق پہ اسصورت جفا جو
اگر ہی سر بسر تقصیر میری — پیرا اب نادم ہون کر تدبیر میری
نہ رہ سکتا ہون مین غم سے شکیبا — نہ تنہائی ہی تجھسی اب گوارا
مری قالب مین جسدم تک کہ جان ہی — تو ہی دلبر ہی کو نا مہربان ہی
شرار غم سی کہاتا ہی جگر تاب — زلال وصل سی کر اب تو سیراب

جواب معشوق دلدار بہزار شوخی و انکار

جو دیکھا بت نی شہ کا سوز اور ساز — کیا پہر یہ سخن شوخی سی آغاز
ابہی سر مین ہی سنتا ہی کلاہی شور — عبث مجھپر تری سودا کا ہی زور
ہوا بیجا غرور دل مین تو غرق — غرور عشق مین کیون سو بکا ہی فرق
ابہی سر سبز می ہی شور چاہ — کہ راہ عاشقی مین چاہ ہی چاہ
تو آیا تہا ہوا صحرا کی کہانی — عبث آیا ہی میرا جی جلانے
دکھاتا ہی جو مجھکو دام تزویر — نہین وحشی جو مین بیچ جاؤن نخچیر
رہی مین ناز پروردہ جہان مین — ہوا ہی گرم سی ہر دم ملائین
گلو تیکا ہر گہری ہتا تہا بستر — مین اب رکھتی ہون لاکہون خار در بستر
رہا پاؤن کی نیچی فرش دیبا — ہوا اب فرش میرا سنگ خارا
خورش مین اب کہان حلوا تہی ہی — سجا ہی شیر خونناب جگر سی
تری دلمین نہین الفت جو میری — یہی تقدیر کیا تقصیر میری
جو ہوتی عقل کچھہ بہی مجھکو بہاتی — اوٹہاتی رنج مین کیون اتنا دنرات
ابہی تک شہر مین ہین جتنی شرار — ہوس شیرین کی کرتی مین نگین ترا
ابہی ہی چشم مین میری وہ جادو — کہ ہین دیوانی جسکی ترک و ہندو
بلائین لف مین کیا نہان ہین — کہ کالی جسکی آگی تیرہ جان ہین
ابہی تازہ ہی باغ نوجوانی — لبون مین ہی زلال زندگانی
عیان ہین تیغ ابرو کی نہ جوہر — کہ کردی کتنی سزار دنکو بی پیر
مناسب ہی جو خائف دل ہو تیرا — کہ اک عاشق کشی شیوہ ہی میرا
عبث تجھسی ہی اب دل کا لگانا — دل نازک پہ بار غم اوٹھانا
وہ سب تھے بی سر پا تیری الفت — ہوا ناموس کا بچنا غنیمت
جو تو شکر یہ سمجہا لبسی خدا ہی — تو شیرین کا بھی جا حافظ خدا ہی
اوٹھی یہ کہکی تلخی سی دلارام — کہ اپنی راہ لی یہان تیرا کیا کام
چڑہا لی جسکی ہی ابرو کی خمدار — تو سمجہا شہ علم کی اپنی تلوار
پری نی ایسی کچھ ترچھی نگہ کی — سنی اک بات بہی سیدھی نہ شہ کی
چلی بل کہا کی جب وہ ہنسی چنچل — پڑھی خسرو کی لیکر سیکڑون بل
قسم جان حزین کی پہر لائی — دل نالان کی بیتابی دکھائی

اگرچہ حال سے وہ بیزبون تھا / غنیمت تھا وسنگھہ سے سوز درون تھا
عجب تھی غم سے اوس مہ لقا کی حالت / نہ رہنے کی نہ چل سکنے کی طاقت
غرض باصد ہزاران نالہ و آہ / بہت مشکل سے پہنچا تا بہ خرگاہ
رہا آنکھوں سے وہ شب خواب ہی دور / مگر غمخوارگی کرتا تھا شاپور
لگا شاپور سے کہنے وہ بیدل / کہ سارا خلق تھا شیرین کا طالب
بیان اوسکی کرون کیا کج ادائی / کہ کیا کیا اوسنے کی بے اعتنائی
بیان اوس سے کیا آزار ہجران / بتایا زہر اوسنے جا بدرمان
دکھاتا تھا مین اپنی زخم دل کی / چھڑکتی تھی نمک مرہم کی بدلی
اگرچہ ہے تن پہ دل ہے آہن / بظاہر دوست باطن مین ہے دشمن
عبث عشاق کو ہے کاہش جان / نہووے جبکہ اوس پر مہر جانان
کیا حق نے مجھے شاہوں کا سردار / اوسے دل و دین جج ہو گئی سزاوار
اب ایسے دلربا سے دل لگاؤن / حسد سے جسکی شیرین کو جلاؤن
کہا شاپور نے سن اے جوان نیکبخت / دل نازک پہ مت کہہ یون ستم سخت
عبث اس غم سے تو آشفتہ جان ہے / کہ شیرین تجھپہ دلسے مہربان ہے
سنو شیرین کی تلخی سے تو رنجور / کہ شیرین مین گرمی بھی ہے مشہور
کوئی صدمے جو یون الفت مین اوٹھائے / وہ اتنا بھی زبان پر کیا نہ لائے
ثمر لائیگا نخل کامگار سے / گر آب صبر سے ہو آبیارے
شکستہ دل نہو جور و جفا سے / نہو فارغ خیال دلربا سے
غرض شاپور ان باتوں سے ہر دم / گھٹاتا خاطر خسرو سے تھا غم

خسرو کیطرف شیرین کی روانگی بہ فوریت ہونیکی

پلا ساقی کوئی ساغر شتابی / کہ آیا اب ہے وقت کامیابی
ہوئی آخر مین اب یاس ہجران / ہوا عیش و طرب کا ساز و سامان
سے ہی شائع دنیا سراسر / کہ بعد از رنج شادی ہے میسر
عجب عشق پر شہ کا ہے نیرنگ / کہ جس سے عاقلوں کی عقل ہے دنگ
دل عاشق کو کیا کیا کچھ دکھائے / کبھی معشوق کی دلکو ستائے
جدا شیرین کی نظروں سے ہوا شاہ / اوٹھی آخر کو وہان سے کھینچکر آہ
وہ ظاہر مین تو شیرہ خشمگین تھی / بباطن عاشق اوسکی نازنین تھی
ہوا آخر وہ غصہ آفت جان / بہائی اشک مثل آب باران
ہوئی یون سوز درد و غم سے بیتاب / کہ جون آگ پر بیتاب سیماب
خجالت سے وہ کہتی تھی عیان بات / لگی الفت کی شہ سے ایک سی بات
یہ محنت اسکی جسکی اوٹھائی / اوسے یون آہ مایوسی تہائی
محبت نے جو دلپر جوش مارا / نہ پایا صبر نے آخر کو یارا
اوسی دم ہو کے گلگون پہ جلوہ گر / چلی وہ بت سوئے خرگاہ پرویز
کنیزون مین فقط اک پاس ہمراہ / ندیمون مین خیال صورت شاہ
شب تاریک تھی گیسو کی ہمرنگ / اوس اندھیاری مین گھوڑا اپنی تھا لتنگ
کیا بہت نے بہت کچھ جب نگاہ ہو / تو پہونچی تا بلشکر وہ پری رو
جو گرم خواب تھے سب چاکر در / پہنے تھے تمام سرائی مین یکسر
کسی کو کچھ نہین اپنی خبر تھی / نہ کچھ پروا سے مال و فکر زر تھی
مگر بیدار تھا اوسدم وہ شاپور / کہ طبع شاہ کو کرتا تھا مسرور
وہ کہ خسرو کو اوسدم مائل خواب / برون خیمہ آیا طالب آب
یہ دیکھا اوسنے اک جانب کو اکسر / کھڑا ہے اک سوار حور پیکر
قریب اوسکی گیا وہ پھر خرامان / یہ آہستہ سے پوچھا ہو کے حیران
کہ یہان بیگانہ جو تیرا گذر ہے / یہ سچ بتلا پری ہے یا بشر ہے
شہنشاہ جہانکی ہے یہ درگاہ / ہے یہان شیر صحرا آکے روباہ
کہا شاپور نے جب یہہ پری سے / اوتر گھوڑے سے وہ چالاک پیسے
یہ بولی تو ہے غافل کسقدر ہے / خبرداروں سے اتنا بیخبر ہے
سنی آواز دیکھا غور کرکے / گرایا ونپہ اوس شاہ قمر کے
لگا کہنے کہ کیا جیمین سمائی / جو تنہا اسطرح تشریف لائی
تعجب ہے یہہ ہی ماہ درخشان / شب تیرہ مین کیونکر آئی تنہا ان
تو پھر شیرین نہایت مہربان ہو / گئی لیکر کے اک گوشہ مین اوسکو
جو گذرا تھا وہ افسانہ سنایا / غرض راز نہفتہ سب جتایا
وہ پھر عذر خواہی شہ کا جانا / ستمگاری و ناز اپنا دکھانا
لگی کہنے پھر آیا شہ جو مایوس / رہی مین ہجر مین پابند افسوس
ہوئی دلکو تسکین یک بیقراری / تو یون تنہا ادھر کو مین سدھاری

ہوئی اب چارہ سازی سی مجبور
جو ہی تقدیر مین مجہکو ہی منظور

تجہی کرتی ہون نیک و بد کا مختار
وہی کر جو کہ ہو میری سزاوار

ولی وہ بات کی ہون آرزومند
سراسر دل ہی اون باتونکا پابند

کہ اول تو یہی دل کو تمنا
کری جشن طرب جب شاہ برپا

بٹہا تو مجہکو پوشیدہ جگہ مین
خبر پہنچی نہ ہرگز گوش شہ مین

کرون اندیشہ کا مین نظارہ
نہو یہہ راز ہرگز آشکارا

جو ہم دلکو مری اک ہی یہ کاہش
کہ ہووی وصل کی جب شہ کو خواہش

عروسی کا ادا ہو رسم اوس دم
مقرر ہووی باہم عہد محکم

رہی میری ہی الفت مین گرفتار
نہ رکہی دوسری سی پہر سروکار

جو دو باتین یہ ممکن ہوون مجہسی
تو کر اسوقت عہد راست مجہسی

نہ ممکن ہون تو پہر جاؤ نہین وا
نہین ہوئی ہی اب تک گہر کی مین راہ

سنا شاپور نی اوس سی جس دم
کیا سوگند کہا کر عہد محکم

وہ گلگون پہر شبجر سی لائی باندہا
نہان حجرہ مین پہر شیرین کو لایا

مکلف مختصر اک بارگہ تہی
قریب بارگاہ بزم شہ تہی

وہ رشک مہ ہوئی یون اسمین پنہان
کہ ہو جی برج مین جون ماہ تابان

غرض شاپور یہان اوسکو بٹہا کی
ہوا موجود شہ کی پاس آکی

یکایک کہل گئی پہر آنکہ شہ کی
سو کی شاہ پر شفقت سی نگہ کی

یہ فرمانی لگا صد آفرین ہی
جو خدمت تمسی ہوئی غافل نہین ہی

مبارک ہی دیکہا اسگہڑی خواب
کہ آئی جس سی تن مین طاقت و تاب

کہ گویا نافہ مشکین مین گہری ہی
کہ اوسمین بار ور ہر اک شجر ہی

سحر شاہ حسین مین پہر بسر ہی
کہ ہون مشتاق عاشق ان کی [illegible]

شگفتہ ہین یہان ہر رنگ کی گل
بہم کرتی نوا سنجی ہین بلبل

اور اک روشن چراغ آیا مری ہات
کہ آنہی مین گئی کہل آنکہ ہیہات

کہا اوسنی کہ ہی اوسکی یہہ تعبیر
کٹی ایام غم ہی راست تقدیر

بہار زندگی ہو تجہکو حاصل
شگفتہ ہو ترا اب غنچۂ دل

درخت آرزو لایا ہی اب بار
عیشی سی ہو ہم آغوش دلدار

چراغ اوسکا جو روشن تونی پایا
سبب ہی روشنی چشم و دل کا

ہوئی ہی آج کی شب شب مسعود
کہ جسکی ہی سحر اک صبح مقصود

یہ لازم شہ کو ہی جب صبحدم ہو
مرتب محفل شاہانہ ہم ہو

جو مژدہ اوس سی خسرو نی سنایا
تو شہ کو پہر خوشی سی خواب آیا

ہوا سلطان خاور جب نمایان
ہوا شبگیر دمہ گوشہ مین پنہان

عشرت کی داستان ہی کہ بزم خسرو کا بیان ہی

اوٹہا شادان و فرحان شاہ پرویز
ہوا بیرون خلوتگہ روان تیز

وہ پہنی شہ نی پوشاک نگارین
تصدق جسپہ سارا کشور چین

بہار حسن مین رخسی عیان تہی
خجل جس سی بہار بوستان تہی

ہوا پہر جلوہ فرمای سر تخت
بہی فرمانبر اوسکی دولت و بخت

ہوا پہر خواستگار مطربونکی
لگی آنی صدائین بربطونکی

بچہا محفل مین فرش اطلسی تہا
خجل جس سی یہ عرش اطلسی تہا

پڑی تہی جسمین پردی تہی شفق رنگ
کہ تہا جہنی فلک کا [illegible]

وہ نقشین تہی سنہری کی جو بہا
فلک پر یا شعاع مہر انور

غلام و بندۂ زرین کلہ تہی
کہڑی تہی صف بصف سب پیش شہ تہی

معطر وہان جو ہر اک گلبدن تہا
مکان کی رشک سی سارا ختن تہا

نہ اوس محفل مین نامحرم کو تہا بار
نہتی ہان نام کو بہی بوئی اغیار

صدائی قلقل مینا دمادم
دلونکو کر رہی تہی صاف بیغم

سجایا باربد نی جسگہڑی ساز
اوٹہایا اک نیا گانی کا انداز

نکیسا نام ہان مطرب اک آیا
عجب پردہ سی نرالا راگ گایا

کہ یکسر محو سب پیر و جوان تہی
سر مطرب پہ سب گوہر فشان تہی

جہان مین بسکہ تہا مطرب وہ کامل
نہ تہا بربد بہی اوسکا مقابل

شہ خسرو بعیش و شادمانی
سراسر کر رہا تہا زرفشانی

ضرورت کچہہ ہوئی شہ کو جو لاحق
ہوا اوٹہی سی باہر [illegible] عاشق

تو شیرین نی یہان اک وقت پاکر
کہا شاپور سی اوسدم بلاکر

کہ اک مطرب کو تو اسجا بلائی
وہ نا کچہہ میری حسب حال گائی

نکیسا کو وہان اوسنی بلایا
غرض سب راز دل اوسکو بتایا

کہا نغمہ وہ ہو پر دردی سی بارہ
کہ ذکر حال ہو شیرین کا شہ پر

کلیسا پر کھلا جب در کہ یہ راز
ہوا شہ کا اشارہ باربد کو
امید وصل اندازہ سی اوسکی
کہاں ہی بلبل شیدای گلشن
عبث اب تیری فریاد و فغان ہی
خزان ہجر کی گذری ہین ایام
شگفتہ غنچہ مقصود ہی اب
اوسی سی ہی جاسنی بندگی ہی
نہین لازم جو تو اب سہ گئی کر
دلا کب ہی میسر وصل جانان
ہوا ہی رنج جانا سی یہ عالم
اگرچہ ہی وہ نوگل رشک گلشن
اگر وہ گنج ہاتھ آئی تو سینہ
ولیکن دل اوسیکا مبتلا ہی
رہون تیر نگہ کا اوسکی آماج
شکستہ دل ہوا ہی شاہ خوبان
دکھایا اگر کسی لب نی چھپنا ناز
لبون نی یاوہ گوئی کی جو پیش
اگر وہ گفتگو فلفل سی تھی تیز
یہ لازم عاشق و معشوق کو ہی
کری کب تک دل مضطر صبوری
رہا اوسکو جو اب تک تجھ سی انکار
کہان ہی آرزوی دل نہان ہی
مگر پوشیدہ ہر چند مین تو ہی
برنگ گل شگفتہ دل ہی میرا
مگر وہ غیرت سرو لب جو
بظاہر آنکھ سی پوشیدہ ہی تو

کیا نغمی کا اوسنی اک نیا ساز | شہ خسرو جو پہر تشریف لایا
کہ میری حال سی کچھ نغمہ تر ہو | لگی گانی وہ مطرب اک سرود
عیان سوز درون ساز و سی اوسکے | ادہر سی تہا جو معشوق ترانہ

رنگ نکیسا کی گانیکا دلیل ہی شیرین کے بتانیکا

کہ ہر جانب بہار بوستان ہی | خوشی سی ہو گوئی دم نغمہ پیرا
بہار وصل کا اب ہی سرانجام | چلی باد بہار کامرانی
کہ مقصود مطلوب دل جو دہی اب | زرا اکر نازا ہی سرو سرفراز
گلی مین اوسکی طوق بندگی ہی | زبان پر اوسکی ہی فریاد کو کو
ہم آغوشی سی اوسکی دل خوشی کر | چمن مین شاہ کی مینا و ساغر

گانا باربد خوش الحان کا نمونہ خسرو کی داستان کا

کہ سینہ ہی مرا کاشانہ غم | وہ بیداری تھی یارب یا کہ تہا خواب
مگر کانٹو سی پر ہی اوسکا دامن | مکان اوسکا اگرچہ گنج زر ہی
کرون اوس گنج عشرت کا خزینہ | جو ہین گیسو وہ سمجھا مشک تاتار
فسون عشق اک کالی بلا ہی | شکم کہتا ہون میں جان جبین کو
بناؤن اوسکو اپنی فرق کا تاج | سمجھا ہون ام سی اوسکی بالی

پہر نغمہ نکیسا بآواز شیرین ہی جسسی عیان اثر شیرین ہی

تو پاس اوسکی ہی لیلا پیکا شبہی | جو کی معشوق نی کچھ ادا کی
ہوئی وہ ناز جو شتری جگہ پیش | اگرچہ بست شوخی تھی ادا مین
ہوئی اب صبر عاشق سی گریز | اوٹھائی تو نی تلخی سخن کی
پہین نکلا خوشی سی ساغر می | یہی ہی آرزوی دل سراسر
نہین تن کو رہی ہی تاب دوری | عبث تو مقصد لیسی ہی مایوس
وفا کا تہا نہ کچھ تمہین اقرار | ہوئی جب عجز کی تجھ سی نمایش

نغمہ باربد ہوش ربا ہی لیکن درد عاشق کی دوا ہی

نہان ہر گل مین تو مانند بو ہی | بہار عیش کا اسبا گذر ہی
نوازن شیشہ مجلس ہی میرا | یہ ساز نغمہ سی آتی ہی آواز
وفا سی اب ہوا ہی میر تجہ | [illegible] اور گل کا پیغام
ملی باہم [illegible] پوشیدہ ہی تو | بہت [illegible] دل عاشق کی آواز

نرالا رنگ گانی کا جمایا
کہ جس سی نغمہ ناہید تہا گرد
ادہر سی بہی تہا نغمہ عاشقانہ
کہ فصل گل ہی بزم آرای گلشن
مہیا ہی چمن مین عیش کا ساز
گلو پر چہا گیا رنگ جوانی
کہ قمری اندنون ہی تیری دمساز
ہوئی عاشق تری اے سرو دلجو
عیان ہون صورت شمع گل تر
کہ مدت سی ہی دل پابند ہجران
کہ تہین نکہت مین پہولی بس گل ہی سراپا
دلی کیا فائدہ جب بند در ہی
حقیقت مین جو نکلا یار خونخوار
کہ گر کچھ مہر ہو اوس مہ جبین کی
کرون شاہی مین اوسکی مین گدائی
کہ ہاتھ آیا ہی درد دل کا درمان
طبیعت آتی پر اوسکی آئی
ہوئی پابند زنجیر حیا مین
حلاوت پانگا اب دہن کی
نکالین کام اپنا اوسکی ساغر
کہ ہی معشوق تیرا آستان کو
در بستہ کو دی حق نی کشایش
کہ مدت سی مری آشفتہ جان ہی
خزان آخر ہوئی رنگ دگر ہی
ہوا ہی ساز گار اب بخت ناساز
رہون اک تنگی ہی صحبت مدام
بجا ہی گل نہ کہلا اب ہی خار

جو مجھ عاشق کو تو سمجھی ہوا خوار
رہوں گلچین تری گلشن کا ہا بار
جو آئی بزم میں وہ غیرت گل
تو بیشک نعرہ زن ہوں مثل بلبل

بہا پھر کہلایا پردہ نشاط ہی کہ عاشق و معشوق کا اختلاط ہی

ہوا اون بار جب پردہ افگن
کیا شیرین نی اپنا چاک دامن
لگی فریاد کرنی وہ پری زاد
گرا اوس یاد سی کی شہ نی فریاد
سنی جب شاہ نی شیرین کی آواز
بنا خود ہو کی جو داد اوسکا دمساز
ہوئی طاری جو اک خسرو پہ حالت
کیا اون مطربونکو شہ نی رخصت
ہوئی نامحرم اوس خیمی سی دور
رہی شیرین و خسرو اور شاپور
جو شیرین گا اوٹھی کوئی ترانہ
لگا شہ کرنی آہ عاشقانہ
محبت نی جو بارا دمین پہر جوش
ہوئی دلکو تمنای ہم آغوش
ہوئی اس قصد سی شہ کی ترشرو
بت شیرین ہوئی پہر کر ابرو
ہوئی حیرت یہ پہر خسرو کی دلپر
کہ کیون شیرین ہوئی مجھسی مکدر
لگا پوشیدہ پہر کہنی وہ شاپور
کہ شاہا عہد سی شیرین ہی مجبور
جو شیرین ہی معلی خاندان ہی
خیال رسم شادی بیگمان ہی
کیا اسکو خدا نی غیرت ماہ
بچائی وانع خجلت سی اسی شاہ
کہا شہ نی کہ ہی سوجا ہی منظور
کرون پیوند سی میں اوسکو مسرور
بلا کر اب بزرگان مداین
سپرد اسکی کرون مال و خزاین
کرون سب ہوشمندین اسکو ممتاز
اوٹھاؤن دلپہ بار ناز و انداز
ولیکن چاہتا ہون آج وہ رات
رہی یان شغل ہی الفت کی ہر بات
ہوئی شیرین جو اس خواہش سی آگاہ
تو بیٹھی آکی نزدیک شہنشاہ
لگی بھر بھر کی دینی ساغر می
ہوئی پہر گرم بزم نغمہ و نی
کہوں کیا اوسگھڑی میں شہ کی حالت
جو پہنچی صحبت شیرین سی راحت
کبھی زانو پہ شہ کی اوسکا تہا سر
کبھی پاؤن پہ اوسکی شہ کا افسر
کبھی ہاتہہ اوس گل رخسار پر تہا
دہن گاہی دہان یار پر تہا
پی صحبت فزون مستی شہ تہی
ولی سوگند و پیمان سد رہ تہی
غرض اوس رات شیرین اور شہنشاہ
رہی عشرت ستی باہم تا سحرگاہ

در صحبت خسرو با معشوقہ گلفام اور شادی کا سر انجام

ہوا جب صبحدم خورشید تابان
چلی سوی مداین پہر شتابان
پلا ساقی کوئی اب جام رنگین
کہ ہی سامان عقد ماہ و پروین
موافق اب ہوا ہی چرخ دوران
مبارک میکشی ہی بادہ خواران
شہ خسرو نی پہر عزم عروسی
ادا کی رسم و آئین مجوسی
ہوا شیرین کو لی خسرو روانہ
سوی شہر مداین خسروانہ
بہشتی رو جو تہی حوری ہزاران
بہت کی آبپاشی مثل باران
صدا دیتی نقیبان خوش آواز
ادب سی چہوڑ پوا اپنا نہ انداز
بیک جانب گروہ شہسواران
بیک جانب تہا خیل تاجداران
مسلح پہلوان پولاد جوشن
کھڑی تہی صورت دیوار آہن
وہ اسپان سبکرو مثل صرصر
کہ تہا نقش قدم جنکا ہوا پر
شتر ایسی سبک جنکی تہی رفتار
زر و لعل و گہر سی تہی گرانبار
وہ پیلان سیہ تہی ابر توقیر
کہ جنکی کہکشان سنجابی زنجیر
کھڑی تہی مردم افواج یکسر
نئی وردی نئی پوشاک تن پر
یہ شہنائی و کرنا کی تہی الحان
کہ طاوس فلک سے جس تہا رقصان
جو رشک ماہ تہی صد ہا لولیان تہیں
وہ سب رقصان سر تخت روان تہیں
شہ خسرو سوار پشت شبدیز
ہوا تہا قلب لشکر میں جلوہ ریز
بت شیرین بہی تہی بر عماری
چلی اٹھا کہ پردہ ہی سواری
جلو میں سب غلامان پری رو
کہ یکسر تہی حسین عنبرین مو
زمین پر اسطرح وہ ماہ پارے
کہ جیسی آسمان پر ہوں ستارے
لٹاتی ہر قدم تہی شاہ پر زر
گدا دولت کی ہوئی یکسر توانگر
غرض با شوکت و با صد آئین
سواری شہ کی پہنچی تا مداین
گئی باشندگان شہر بیجاہ
کہ استقبال لائی شہ کو ہمراہ
اوتارا لا اوسی شہ قصر اعلی مین
مہ و خور جسطرح برج سما مین
طلب کی موبدان اہل تنجیم
بٹہایا شاہ نی سبکو بہ تعظیم
کہا سب نی کہ یہ سب پر عیان ہی
کہ شیرین پر مری قربان جان ہی
خدا نی اب جو ایسا دن کیا ہی
کرون گر جان فدا او تیر جا ہی
کہا سب نی کہ ای شاہ جوان بخت
رہی قائم ترا یہ افسر و تخت

مکان دلکی آبادی ہوئی ہی
بنا ہا محبت سہی عقد محبت
ہوئی شادی برسم بادشاہی
خوشی کا جب ہوا اوسکو شمارہ
ہر اک چرخی تھی مثل چرخ گردون
بنفشی کی ہوئی روشن جو چاہی
کوئی سورج کہی جسدم چھوڑائی
لگہون مین صف مہتابی کا نمونہ
کسی جا دیو کاغذ کی لڑائے
عجب اوسدم تھی زیبائی دولہنکی
وہ جوڑا نازکی سی کسمسا تھا
وہ انکھین بسکہ اوسکی شرگین تھین
اگرچہ سندرہ کو نکہت تھا اوپر
وہ اوسکا دیکھکر حسن یگانہ
رہی جو ایک مدت شہ سی وہ رکر
ہوئی شہ کی طلب خلوتسرا مین
ہر اک جانب مین وہ پر ساغر می
ملا تھا ہر کسیکو خلعت و زر
ہوس غالب تھی ور دل طالب کام
کیا لیکن وہ ہاتہونکی سہارے
ضعیفہ دایہ اک اوسکی تھی عیار
کیا آراستہ زیور سی اوسکو
زبس نشہ مین تھا خسرو بہت چور
ہوا یون اوسپہ آخر حملہ شاہ
جوان نوشہ کو چھوڑا پیرزن نے
چلی وہ شرم سی آنکھین چرا کے
گئی سب پیشکش شیرین نی اوکر

بڑی چاہت سی شہزادی تی کی
بر آئی آرزو باصد مسرت
کیا سو جا بنی پہر شکر الہی
تو آتشبازی کہولا پٹارہ
کہ جسپر برق بہی ہوتی تہی قربان
ہوئی ساری زمین نقش مشجر
رخ مہتاب پر چہوٹی ہوائی
قلم شعلہ بنا صفحی کے اوپر
کہین ہاتہی ہی تہی ہاتہی بہڑائے
نہ یہ سی کم تہی زیبائی دولہنکی
پسینا بہی دولہن کا عطر سا تہا
تصور شہ کا ہر دم کر رہین تہین
نگہ کی تیر پرا اوسکی تہی باہر
فدا ہونی لگا سارا زمانہ
نتہی اوسدم وہی پر گر صبوری
کہ ماہ و مشتری ہون یکجا بن
چلا یکبار آتشین پیالی
ہوئی حاجت کی دہن پر ہمراہ
خوشی سی شہ نی پی در پی ہی جام
رقیب خلوت وہ سچا سدا پی
کہ چرخ پیر تہا جسکی سزاوار
چھپایا جاہ ماہی ری اوسکو
تمیز نیک و بد سی صاف تہا دور
پکڑ لی شیر جون سچی مین روباہ
کہی تو چاہا کہ چہوئی اگمس نے
بہت کچہہ زیر لب تہی شکر ائی
ملائی شیر سنگ بن کی دو سلطان

پہر اک مہ بدکو خسرو نی بلایا
کہا یہ ملک ہی سب اک تیرا
ہوا شور مبارکباد برپا
نثارون سی گل افشانی کہائی
جو چرخی نی دکہایا زور یکسر
زبس شادی کا تہا اوسوقت سامان
بنا گردون پٹارہ پہلیون کا
گل افشان جو زمین پر پہلجہڑی تہی
رہی کیفیت اوس عشرتسرا مین
وہ زرین جسم پر جوڑا شہانہ
فروزان تن تہا اوسکا پیرہن مین
غضب کی تہین وہ نیم دیدہ نگاہین
کہون کیونکہ نہین اوسکی دہن تہا
کسینی کچہہ نہ لایق اوسکی پائی
کسی محرم کو پاس اپنی بلایا
وہان شہ مایل عیش و طرب تہا
نکیسا باربد اوستاد فن کے
کسینی شہ کو یہ مژدہ سنایا
کیا نشہ نی جسدم شاہ پر جوش
جو دیکہا بت نی غشی مین اوسی خوب
سراسر برف خوردہ سنبلستان
وہ نوشہ تہا بنا اک یوسف حال
ہوا شیرین سمجہکر اوسسی پیچان
جو دیکہا آگہ زن ہی کو جانگاہ
کہا شیرین سی جا اسجان بادر
وہ تحفہ میوہ باغ جوانی
لبونکا شربت اوسنی جب کیا نوش

دولہن کا ہاتہہ اپنی ہاتہہ لایا
جگرچہ شہ ہون پر تیرا ہون شیدا
لگی نغمہ سرائی ہونی ہر جا
چمن ساری زمین اوسنی بنائی
زمین پر گر پڑا مہ کہا کی چکر
پری کی طرح تہی طاوس رقصان
ستاری جسکی پردی سی ہویدا
مہ و اختر کی آنکہ اوسپہ لڑی تہی
دولہن کو لیگئی خلوتسرا مین
ہوئی جس سی منور بزم خانہ
کہ جیسی جان ہو فانوس تن مین
کہ رہزن کی طرح وہ کی تہین اہن
اگرچہ تہا ولیکن بی سخن تہا
بجز نقد دل و جان و نہانی
اشارہ آنکہہ کا اوسکو بتایا
مہیا جشن کا سامان سب تہا
سمان اک تہا بندہا کانیکا اوسکی
کہ جاتی آپکو اندر بلایا
رہا مطلق نہ شہ کو تن کا کچہہ ہوش
ہوئی اوسدم ظرافت اوسکو منظور
تہا اوسکی ذہن مین ایک پیدا
بنی وہ اک زلیخا ہی کہن سال
ہوا بس قند و شیرہ اوسکو یکسان
تو بس بیتاب ہوکر اوسنی لی آہ
کہ لازم ہی شکر خوری کو شکر
لب شیرین کا آب زندگانی
تبادرش مست کی آئی بجا ہوش

وہ خوشبو تھی جو زلفوں کی معنبر / مشام جان ہوا اوس سے معطر
سراپا دیکھہ زانوی صنم پر / جھکائی پاؤں پر آنکھوں کی ساغر

تڑپتا تہا جو دو زلفوں کا پڑا دل / ہم آغوشی ہوئی آخر کو حاصل
بہار آگین جو تہی وہ بزم رنگین / بنا گلزار رخ کہا اوسکی گلچین

کبہی لب تہا لب شکر شکن پر / کبہی تہا دانت اوس سیب ذقن پر
ثمر پستان کی تازہ بار لائے / بہت مشکل سی بار ہی ہاتھہ آئے

جو شہ نی یہہ متاع حسن پایا / تو بی وسواس ہاتھہ آگی بڑہایا
کیا جب اسپ خواہش گرم جولان / تو پائی جادہ سیمین تہ ران

وہاں ہاتھہ آیا خوبی کا خزینہ / صدف کیطرح در بند اوسکا زینہ
کسیکا ہاتہہ کسدن وہاں لگا تہا / گہر کی واسطی درج طلا تہا

مقفل در میں دیکھا بند توڑا / کلید فتح سی قفل اوسکا توڑا
لگائی توڑ جوڑ ایسی پہر اوسجا / لب شیرین سی تہا اک شور برپا

بیاں اوس دم کا کیا ہو حظ دانی / قلم کو ہی حیا سی موشگافی
مزی تہی اوس گہڑی کی کیا نرالی / تمامی کام دل باہم نکالی

صدف کو تہی جو اک تشنہ دہانی / ہوئی آب گہر سی پہر گرانی
کبہی باتوں سی وہ محظوظ ہوتی / کبہی باہم گلی لگ کر وہ سوتی

سہ روز و شب رہیں باہم بآرام / بر آئی عاشق و معشوق کی کام
چہارم روز فارغ عیش سی ہو / نہائی آگی دونو آب گل سی

ہوئی پہر بزم عشرت ہانیہ ترتیب / نرالی سبکی تہی پوشاک و ترکیب
ہمیلا و سمن برگ و ہمایون / کہ جنکی رخ سی تہی گلگون قمر نور

خواصیں خاص تہیں شیرین کی ہمدم / حسینیں او نبی بادہ تہی بہت کم
پہنایا شہ نی اونکو خلعت زر / بہت کچھہ اونکو بخشا گنج و گوہر

نکیسا باربد شیرین و شبدیز / ہوئی سب ہمقرین شاہ پرویز
خیال خواب پیشینہ کر اوس دم / کیا شکر خداوند دو عالم

بلا شاپور کو سونپی ہمایون / ہوا گویا موافق اوس سی گردون
ہمیلا دی نکیسا کو خوشی سی / سمن بر بر ہیں آئی باربد کی

وہ ارمن ملک شیرین شہ نی یکسر / دیا شاپور کو با خلعت زر
ملی اوسکو جو ارمن کی حکومت / بنائی ہر طرح کی وہاں عمارت

شہ خسرو بعیش و کامرانی / بسر کرنی لگا عہد جوانی
رواں رہتا تہا ہر دم دور ساغر / رہا کرتی تہی دو دلدار یکسر

رعیت ہر طرح آباد و خرسند / کسی شی کا نکوئی آرزو مند
مجازی عشق میں گذری جو مدت / تو آیا دلپہ پہر رنگ حقیقت

جو دیکہی آئینہ میں اپنی صورت / بڑہی حیرت ہوئی تازہ کدورت
کہ دیکہی سبزہ خط پر سپیدی / وہ سمجہا اب ہی دور نا امیدی

جو تہی بالوں پہ پیری کی نشانی / وبال اوسکو ہوئی عیش جوانی
لگا کہنی وہ کر کی آہ و نالی / کہ سچ ہی ہر کمالی را زوالی

بیاض غم سواد موی سر ہی / شب عشرت کی بیشک اب سحر ہی
پہر اول یکقلم جام و چشم سی / اوٹہا کر ہاتہہ بیٹہا فرط غم سی

نہ جی لگتا امور سلطنت میں / خلل آیا نظام مملکت میں

خسرو کو شیرین کی نصیحت بکمال غمخواری و لطف

لگی کہنی وہ دلبر شہ سی اک روز / کہ ہوں سو جاتی ہیں شب کی دلسوز
سمجھہ لیں تو اے شاہ جوان بخت / رہی قائم ترا یہہ افسر و تخت

رہا ابتک ترا دور جوانی / رہی بس تجھکو عیش و کامرانی
کہاں کہتی ہیں اب شاہان دوران / میسر تجھکو ہی جو کچھہ کہ سامان

رہی منظور تجھکو سبکی بہبود / رہی خلق خدا ہی تجھسی خوشنود
ہوا ابر خاستہ دل گر یکایک / تو برباد ہی رعیت کی بیشک

مبادا ہو رعیت ظلم دیدہ / غضب ہوتی ہی آہ ستم رسیدہ
بہت دیکہا ہی اکثر ایسا سامان / کیا اک آہ نی اک ملک ویران

مگر یہ ہی خلاف رسم شاہی / کہ جسکی جی ہو عالم کی تباہی
مناسب جلوہ بار عام میں ہی / کہ مشغولی ضرور اس کام میں ہی

تجھی لازم ہی داناؤں کی صحبت / جو اہل علم ہوں اور اہل حکمت
رہی منظور تجھکو پاس خاطر / مٹی عالم کی تجھسی یاس خاطر

کری گردن کشی سبکا شاہی / تو شب کو پہر رہی یاد الہی
کہا خسرو نی اے دلدار غمخوار / تو ہی میری نکوئی کی طلبگار

بزرگ امید کو شہ نے بلایا — بہت تعظیم سے اوسکو بٹھایا
لگا کہنے کہ اے دانائے دوران — عیاں کر مجھ پہ اب کچھ راز پنہاں
کہا خدمت میں اوسنے سر جھکا کر — مرا ہے فخر کر پوچھا بلا کر
کہا پہلے تو ہے یہہ مجکو حیرت — کہ اس نیلی فلک کی کیا ہے صورت
مظہر خلق ہے سب اسکی اندر — نہیں معلوم کیا ہے اسکی باہر
کہا اوس مرد دانا نے کہ اے شاہ — نہ پائی اسکی باہر کی کہیں راہ
خدا کی ہیں عجب کچھ کارخانے — بنایا جسنے ہے اسکو وہ جانے
جو کچھ اندر ہے اسکی سو عیاں ہے — جو باہر اسکی ہے وہم و گمان ہے
کہا شہ نے کہ ہیں جو لوگ اس جا — کہاں سے آئے اور جائینگے کس جا
کہا اوسنے کہ ہے یہہ سخت مشکل — یہ عقل و وہم سے ہے دور منزل
نہیں ماہر کوئی اس رہگذر سے — کہاں جائینگے اور آئے کدہر سے
جو رہزن نفس کا کوئی مٹائے — پتا بیشک وہ اس منزل کا پائے
کہا شہ نے گئے جو اس جہاں سے — نہیں کچھ آگہی و نکی نشان سے
کسی نے کچھ کہی و نکی نہ حالت — کہ وہاں ہے عیش یا رنج و ملالت
لگا کہنے وہ دانا ہے خرد ور — کہ سن اے تاجدار پاک گوہر
نہ زندہ اوس جہاں میں جا سکا ہے — نہ مردہ وہاں سے اس جا آسکا ہے
زبانی کسکی ہو احوال معلوم — نہ ہو موجود کوئی ہو کی معدوم
مگر ثابت کتاب دین سے ہے — یہہ کچھ حکمت کے آئین سے ہے
ہوے دنیا میں جس سے نیک کردار — اوسیکو خلد میں ہے عیش سے کار
اور اس دنیا میں جنکی بد ہیں افعال — اونہیں کا ہوگا دوزخ میں برا حال
لگا پھر شاہ کہنے اے خرد ور — بھلا یہہ حال بھی مجھسے بیان کر
کہ جائینگے جو ہستی سے عدم کو — یہاں کی یاد بھی آئیگی ہم کو
کہا اوسنے کہ اے سلطان جمجاہ — یہ جان پاک نور حق ہے باللہ
ازل میں تھی فلک پر جان انسان — یہاں آکر ہوئی قالب میں پنہان
ازل کا جسطرح اب کچھ نہیں ہوش — یہاں کی یاد بھی ہوگی فراموش
جو دیکھا شاہ نے روے حقیقت — تو مائل دل ہوا سوے حقیقت
پسر اک بطن مریم سے تہا شہ کا — کہ شیرویہ تہا نام اوس کجکلہ کا
زبس متکبر و مغرور و عیار — بہت سرہنگ ہر دم مردم آزار
ترش رو چشم ازرق موی میگون — تلون طبع مثل چرخ واژون
شبستان شہی اوس سے تھی پر درد — نہ راضی خلق اور نے شاہ خوشنود
علاوہ اسکی تہا شیدای شیرین — اوسی مدت سے تہا سودای شیرین
بزرگ امید سے کہنے لگا شاہ — ہوا عاجز میں اس فرزند سے آہ
کسیکو خوش نہ آتیں اوسکی اوصاف — زبان پر جو کہ آتی وہ کہی صاف
مری دلکو ہوا ہے آن کا خوف — مجھے بیشک ہے اپنی جانکا خوف
لگا پھر یوں وہ کہنے اے شہنشاہ — جہاں کی نیک و بد سے ہے تو آگاہ
اگر ہے اوس سے غم شام و پگہ کا — ولیکن ہے جگر گوشہ وہ شہ کا
اگرچہ ہو پسر سے اپنی عاری — نہیں وہ جب پدر پر اوسکی خواری
رہے گر شاہ اوسکا نیک اندیش — کریگا وہ نہ ہر گز شہ کو دل ریش
ہوا ہے وہ زبس مست جوانی — رہے تجھی ہر دم ضعف و ناتوانی
مناسب شہ کو فکر عاقبت ہے — کہ اک گوشہ میں حاصل عافیت ہے

پلا ساقی مجھے اب آخری دور

خسرو کی آتشخانہ میں اوقات گذاری اور شیرویہ کی ستمگاری

زمانے کا مبدل ہو گیا طور

ہوا فارغ دل شہ اس جہاں سے — تو یاد آئی اوسی عمر رواں سے
پرستشگاہ میں بیٹھا وہ جا کے — رہا آتشکدے میں لو لگا کے
لیا کچھ پیچ اوسنے سر ابن معس کا — مٹایا اوسنے کھٹکا ہر نفس کا
جو بیٹھا بادشہ گوشہ میں جا کر — تو شیرویہ نے پایا تخت و افسر
لگا رہنے نہ نخوت سے مخمور — کیا خسرو کو اپنے دل سے بھی دور
جو تہا شور بعد اوسکی سر پر — کیا بند اوسکو اک زنجیر زر میں
اوس آتشخانے میں شہ کا شب و روز — بجز اوس بت کے تہا کوئی نہ دلسوز
صنم کو دیکھکر رہتا تہا دلشاد — رہا اوس قید میں غم سے بھی آزاد
بہت شیرین کی دلداری وہ کرتا — ہر اک صورت سے غمخواری وہ کرتا
کہ ہے یہہ چرخ کا پیشہ نیرنگ — کبھی گوہر ہے پتھر ہوں کبھی سنگ
نہ اب دولت کی کچھ ہے مجھکو بھی — میسر سب ہے اگرچہ بریں تہی
ملک شہ کی ہر دم کرکے غم — مبدل رنج کرتی تہی بہ راحت

پیادہ سب ہوئے سر از وپریشان
نکہبر وہ مہد تھی نالان و گریان

یہ کہتی تھی کہ ای شاہ عجم آہ
کہاں ہی اب ترا تاج و علم آہ

کوئی کہتا کہ ای فخر سلاطین
سر افراز سران چین و ماچین

کہاں تیرا وہ سب جاہ و حشم ہی
کہاں بزم طرب اور جشن جم ہی

یہانتک باربد تھا غم رسیدہ
کہ انگشت اوسنی کی اپنی بریدہ

یہ روتا تھا کہ اب خسرو کہاں ہی
بجز خسرو کی کون اب قدردان ہی

بزرگ امید کی حالت عجب تھی
نہ امید اوسکو تھی پہر زندگی کی

یہانتک محو بیتابی تھا شاپور
خیال عیش دنیا سب کیا دور

کھلی سر تھی کنیزان و غلامان
اور اوس حلقی مین تھی شیرین خرامان

ولی صورت عروسانہ بنائی
حنا ہاتھون مین وہ اپنی لگائی

قریب نعش جوڑا اوسکی بر مین
کہینچا منہ پر تھا اوسکی چشم تر مین

بسائی مشک و عنبر اپنی تن پر
کہی آراستہ زیور بدن پر

بنائی کچھ عجب مستانہ انداز
چلی جاتی تھی وہ دلبر بصد ناز

یہ حالت دیکھ کر اک تھا حیران
بصد حیرت یہ تھی آپس مین گویان

کہ کیا رسم زمانہ ہی کہ شیرین
نہیں کچھ مرگ خسرو سی غمگین

ہوئی امید شیرویہ کی دلکو
کہ شیرین اب یقین ہی مہربان ہو

سوی مرقد غرض دم نی اگر
جنازہ رکہدیا گنبد مین لاکر

وہ تہہ وصیف بصف استادہ سب تھی
سنو احوال شیرین کا ذرا اب

لگی کہنی اجازت گرچہ پاؤن
قدم شہ کی مین آنکہوں سی لگاؤن

کہ اب لکہی ہی میری حق مین بس ہی
کہ اس بیدادگر پر تو بس ہی

کہا سب نی سخن ہی یہ ضروری
کہ آخر کو ہوئی ہی تجہسی دوری

ہوئی گنبد مین داخل وہ جلو ریز
لیئی پوشیدہ تھی اک دشنہ تیز

کشادہ کر کی اوسنی مہد خسرو
جو دیکھا اوسکی بس زخم جگر کو

جہپٹ پڑیا اک بوسہ وہ اوسدم
کیا آب دہن کو اوسکا مرہم

جہپٹ شاہ کی تن پر تہا جسجا
بدن پر اپنی بہی پہر دشنہ مارا

ہوئی سینہ بسینہ پہر ہم آغوش
رخ شہ پر تہا رخ اور دوش بر دوش

ہوئی اسطور وہ واصل شہ سی دلبر
ہوئی قربت عدم مین بہی میسر

چلی پہر ہانپہ باد تند یکبار
ہوئی ہر سمت ہائی ہوئی آشکار

پہر آیا ابر باران سیہ پوش
نمایان جس سی تہا طوفان کا جوش

خبر پائی یہ سرداروں نی جسدم
لگی کرنی برابر سب ملکی ماتم

پکاری سب کہ شیرین کو ہی تحسین
کہ کیا خوبی سی دی ہی جان شیرین

جو دانا وہ عروس نیک کردار
بہم تسکین تن دیتی وہ وفادار

خدایا رحم کر تو اونکی جان پر
رہی نام اونکا اس لوح جہان پر

اوٹہا کر مہد اونکا دونون کو باہم
کیا دفن ایک تربت مین بصد غم

جڑی ہی تربت اونکی لعل و گوہر
مرصع کر دیا گنبد کو یکسر

پہری پاسی سب وہ سردار غمناک
یقین سمجھی کہ یکسر ہی جہان خاک

نہیں لازم ہی اس سی دل لگانا
کہ حاصل اسکا بس ہی جان جانا

اگرچہ ہو مرد دانا یا کہ زن ہو
عبث وہ زندگی لائق کفن ہو

صدا آتی ہی یہہ پیک اجل کی
نہ رکھو آج تم امید کل کی

یہ بہتر ہی کرون ختم بیان مین
سمند کلک کی روکون عنان مین

کہ پھر یادگار اتنا ہی بس ہی
زیادہ یادہ گوئی اک ہوس ہی

خاتمہ کتاب اور شکر رب عالیجناب

نہ کیون گوبند پر داب ہو دلشاد
کہ ہی پر تقصیر دبیر پرشاد

بڑی بہاتی تھی سو بہار آموزی
ہی اوس منعم سی تعلیم میری

بجا لاتا ہون شکر رب غفار
کہ سہل اوسنی کیا یہہ کار دشوار

بجز تائید فضل کبریائی
کسی تھی طاقت عقدہ کشائی

کہاں طاقت تھی مجہہ گشتہ زبانکو
کیا جو نظم ایسی داستان کو

نصیب اپنی تہا کچھ فیض استاد
سخن ایسا کہا دل جس سی ہو شاد

ہوا مقصد کا خوبی سی سرانجام
برآئی آرزو حاصل ہوا کام

فضا اپنا تخلص جو کیا ہی
اسی سی نام گلزار فضا ہی

شمار اشعار کا ہی گر ریا بس
ہوئی کل دو ہزار اور سات سو بیس

ہوا ہی فضل حق اب جو ہی شامل
ہر اک احباب کا مقصد ہو حاصل

جو دیکھی ہی فضا نے مجھکو عمادے
خدا محنت کا تیری یہہ صلا دے

تمت

بسم اللہ نستعین

خاتمۃ الطبع

سبحان اللہ کیا رنگین کلام ہی جسپر شیرین بیانی کا اختتام ہی + شیرین خسرو کا فسانہ دلاویز ہی + معشوق و عاشق کی داستان مہر انگیز ہی + نظم اردو نی اوور ہی مزہ دکہایا + کہ علی العموم ہر ایک نے لطف اوٹھایا + شاعر غرا صاحب طبع رسا + منشی گوبند پرشاد فضا نے یہہ دلچسپ مثنوی کی قصہ فارسی سے ہندی مین لکہا بہار طبیعت دکہائی گلزار فضا نام رکہا + جب شاہد معنی کی بصورت آرایش ہوئی + منظور نظر حسن ظاہر و باطن کی نمایش ہوئی + کہ جمال جہان آرا سے آنکہون کو نور ہو + ہر حاضر و غائب دیکہکر مسرور ہو + اس لیے مطبع منشی نول کشور مین کہ شہر لکہنؤ مقام اوسکا ہی + راجہ بہجا ور سنگہ کے مکان واقع حسن گنج مین یہہ نقشہ جماہی + نقش و نگار طبع سے زینت پائی + آراستہ ہوکر ہر طرف شہرت پائی + غرض کمال رونق سے چہپی + مصنف نے اپنے قلم سے لکہکر تصحیح کی + اسمین تو کلام نہین کہ اہل سخن پسند فرماوین گے + ارباب ذوق مضامین شیرین سے حلاوت اوٹہاوینگے + یقین کہ مطبوع خاص و عام ہو + مقبول خاطر انام ہو + واقعی حکایت ہر دل کو عزیز ہی + کہ دو گہڑی جی بہلانے کی چیز ہی + ہر چند اوسکے اوصاف کی انتہا نہین + مگر یہان تطویل زیبا نہین + ہنرمند خود دیکہہ لین گے ہمنے طول نہین دیا + دو چار فقرے لکہکر قصہ مختصر کیا فقط

صحتنامہ اغلاط

صفحہ	سطر	مصرعہ	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	مصرعہ	غلط	صحیح
٦	٣	٣	شادہ مسرو	شاد و مسرور	٣١	٢٢	٤	کنی	رکی
٨	٩	٤	عور	غور	٣٩	٢١	١	عیب بین	عیب بین
١٢	١١	١	باتونسی ہوش	باتونسی ہوش	٤٢	٩	٤	دام	دائم
٢٣	١	١	لب رود	لب رود	٤٦	٢٢	٤	بی بیغم	بی غم
٢٧	١٢	١	پیاپی	پیاپی	٥١	١١	٤	پادہی	یاد بہی
٣٠	١٢	٤	پی پایان	بی پایان	٥٣	٢١	١	کہ ہراباد	کہ بہر یاد